ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

3

www.tanzeem.org

28ربیع الاول تا4ربیع الثانی1436ھ/20 تا26 جنوری2015ء

اس شمارے میں

امتِ مسلمہ کی شہ رگ

رسول اکرم ﷺ کا پیغام

آنحضرت ﷺ کا اسلوب دعوت وارشاد

غلامانِ محمد عربی کا ملک

’’کیا فوجی عدالتوں کا قیام ناگزیر تھا؟‘‘ تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام مباحثہ کی رپورٹ

فوجی عدالتوں کا قیام

دہشت گردی کے خلاف قومی لائحہ عمل

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

قرآن کا تصورِ انسان

قرآن کی رو سے انسان محض اس حیوانی یا بائیولوجیکل وجود کا نام نہیں جو بھوک، شہوت، حرص، خوف، غضب وغیرہ جیسے داعیات کا محل ہے، بلکہ دراصل انسان وہ روحانی وجود ہے جو اوپر کے حیوانی خول کے اندر رہتا ہے اور اخلاقی احکام کا محل ہے۔ اس کو دوسرے حیوانوں کی طرح جبلت کا غلام نہیں بنایا گیا بلکہ اسے عقل، تمیز، اکتساب علم، اور فیصلہ کی قوتیں دے کر ایک خاص حد تک خود اختیاری یا اٹانومی عطا کی گئی۔ جو اسے لگے بندھے راستے پر نہیں چلاتی اور نہ اس کی ضروریات کی بالکلیہ خود کفیل بنتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوشش وسعی کی قوت دے کر اسے دنیا میں چھوڑا ہے تاکہ وہ جو کچھ حاصل کرے اپنی کوشش سے کرے، اپنی کوشش کے لئے جو رخ اور جو راستہ چاہے اختیار کرے اور اپنے اختیار کردہ رخ پر جہاں تک بڑھ سکتا ہے بڑھتا چلا جائے۔ اسی خود اختیاری کی حامل اور اسی کوشش کی قوت رکھنے والی، اور اپنی کوشش کے لئے خود ہی سمت اور راستہ متعین کرنے والی روح کا نام انسان ہے۔

رہا باہر کا حیوان تو یہ دراصل اندرونی انسان کو خادم اور آلہ کار کے طور پر دیا گیا ہے۔ یہ خادم جاہل ہے، اس کے پاس صرف خواہشات اور جسمانی مطالبات ہیں۔ اس کا نصب العین اپنے مرغوبات کو حاصل کرنا اور اپنی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ یہ اندر کے انسان کو الٹا اپنا ہی خادم بنانا چاہتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے کہ اپنی عقلی وعلمی قابلیتوں سمیت وہ محض اس کے حیوانی مقاصد کی تحصیل کا آلہ کار بن کر رہ جائے۔ یہ اس کی پرواز فکر کو اوپر کے بجائے نیچے کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس کی نگاہ کو تنگ کرتا ہے۔ اسے محسوسات کا غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے اور جاہلیت کے تعصّبات پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ انسان جو اندر بیٹھا ہے، اس کی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ بیرونی حیوان کو اپنا خادم بنائے۔ اللہ نے اس کو فجور اور تقویٰ کا الہامی علم دیا ہے۔ نیکی اور بدی کے مختلف راستوں (نجدین) میں تمیز کرنے کی استعداد بخشی، اس کے اندر ایک ایسی اخلاقی حس رکھ دی ہے جو اندر ہی اندر تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی حیوانی ضروریات کو بھی جانوروں کی طرح نہیں بلکہ انسانیت کے شایانِ شان طریقے سے پورا کرے۔ وہ حیوانی طریقے اختیار کرنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ اس کا نصب العین حیوانیت کے نصب العین سے بلند تر ہے۔ وہ ایک زیادہ اعلیٰ درجے کے وجود میں تبدیل ہونا چاہتا ہے۔ اس کے اندر وجدانی طور پر یہ طلب پائی جاتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی زندگی کسی اعلیٰ وارفع مقصد کے لئے ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ

ناسخ و منسوخ

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 101، 102

وَ اِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ ۙ وَّ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلۡ نَزَّلَہٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّکَ بِالۡحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾

آیت ۱۰۱ ﴿وَ اِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ ۙ﴾ ’’اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت‘‘

قبل ازیں یہ مضمون سورۃ البقرۃ میں بیان ہو چکا ہے: ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ﴾ (آیت ۱۰۶)۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کے مطالعے کے دوران اس آیت کے تحت اس مضمون کی وضاحت بھی ہو چکی ہے۔

﴿وَّ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ﴾ ’’اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے‘‘

قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے عین مطابق ہو رہا ہے۔ اگر کوئی مخصوص حکم کسی ایک دور کے لیے تھا اور پھر بدلے ہوئے حالات میں اس حکم میں تبدیلی کی ضرورت ہے تو یہ سب کچھ اللہ کے علم کے مطابق ہے اور کسی خاص ضرورت اور حکمت کے تحت ہی کسی حکم میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ مگر ایسی تبدیلی کو دیکھتے ہوئے:

﴿قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ﴾ ’’یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ آپؐ خود ہی (اسے) گھڑنے والے ہیں‘‘

کہ پہلے یوں کہا گیا تھا‘ اب اسے بدل کر یوں کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں اس طرح کی تبدیلی کیسے ممکن تھی؟

﴿بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾﴾ ’’بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ ان کی اکثریت علم سے عاری ہے۔

آیت ۱۰۲ ﴿قُلۡ نَزَّلَہٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّکَ بِالۡحَقِّ﴾ ’’آپؐ کہیے کہ اسے نازل کیا ہے روح القدس نے آپؐ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ‘‘

یہاں پر روح القدس کا لفظ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لیے آیا ہے کہ ایک پاک فرشتہ اس کلام کو لے کر آیا ہے۔

﴿لِیُثَبِّتَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ’’تاکہ وہ ثابت قدم رکھے اہل ایمان کو‘‘

سورۃ الفرقان میں یہی مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے: ﴿کَذٰلِکَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَ رَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا ﴿۳۲﴾﴾ ’’تاکہ ہم مضبوط کریں اس کے ساتھ آپؐ کے دل کو اور (اسی لیے) ہم نے پڑھ سنایا اسے ٹھہر ٹھہر کر۔‘‘

﴿وَ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾﴾ ’’اور یہ ہدایت اور خوشخبری ہو فرماں برداروں کے لیے۔‘‘

جیسے جیسے حالات میں تبدیلی آ رہی ہے‘ ویسے ویسے اس قرآن کے ذریعے مسلمانوں کے لیے ہدایت و راہنمائی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ مثلاً قصہ آدمؑ و ابلیس جب پہلی دفعہ بیان کیا گیا تو اس میں وہ تفصیلات بیان کی گئیں جو اس وقت کے مخصوص معروضی حالات میں حضور ﷺ اور مسلمانوں کے لیے جاننا ضروری تھیں۔ پھر جب حالات میں تبدیلی آئی تو یہی قصہ کچھ مزید تفصیلات کے ساتھ پھر نازل کیا گیا اور اسی اصول اور ضرورت کے تحت اس کا نزول بار بار ہوا تاکہ ہر دور کے حالات کے مطابق اہل حق اس میں سے اپنی راہنمائی کے لیے سبق حاصل کر سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

امتِ مسلمہ کی شہ رگ

پیرس میں ہفت روزہ فکاہیہ جریدہ چارلی ہیڈو پر دو بھائیوں نے حملہ کر کے سترہ (17) افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔ جب یہ حملہ ہوا تو میگزین کے ایڈیٹوریل بورڈ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ چیف ایڈیٹر کے علاوہ چار کارٹونسٹ بھی مارے گئے۔ وہ ملعون کارٹونسٹ بھی جہنم واصل ہو گیا جس نے آپؐ کے خاکے بنانے کی مذموم حرکت کی تھی۔ حکومت نے جو تحقیقات کی ہیں اور جو میڈیا کو بتائی گئی ہیں ان کے مطابق یہ حملہ شریف کو آچی اور سعد نامی دو بھائیوں نے کیا، جن کا آبائی تعلق الجزائر سے ہے۔ یہ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ یہ کسی طرح فرانس پہنچ گئے۔ الجزائر چونکہ فرانس کی کالونی رہا ہے، لہٰذا گورنمنٹ کیئر پروگرام کے تحت وہاں انہیں ایک خاندان کی سوشل سرپرستی حاصل ہو گئی۔ امریکن انٹیلی جنس کے مطابق ان کا حلیہ اور طرزِ عمل کبھی سیکولر اور کبھی مذہبی دکھائی دیتا تھا۔ 2008ء میں فرانس کی حکومت نے ایک شبہ کے تحت دونوں بھائیوں کی انکوائری کی لیکن انہیں کوئی ثبوت نہ ملے، لہٰذا ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔ 7 جنوری 2015ء کو دونوں بھائی ایک گاڑی میں آئے، جسے مراد نامی ایک اٹھارہ (18) سالہ نوجوان چلا رہا تھا۔ وہ سیدھے اس کمرے میں پہنچے جہاں ادارتی عملے کی میٹنگ ہو رہی تھی اور فائر کھول دیا۔ انہوں نے سٹیفن نامی اس ملعون کارٹونسٹ کو ڈھونڈ نکالا اور اپنی گن کا چیمبر اس کے غلیظ جسم پر خالی کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق دونوں بھائی اس کارروائی کے بعد اپنی گاڑی میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے مارے جانے کے بارے میں متضاد اطلاعات ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق ایک بھائی گرفتار اور دوسرا مارا گیا، البتہ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ دونوں مارے گئے ہیں واللہ اعلم۔

اس کارروائی کے حوالہ سے یہ شبہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ نائن الیون کی طرح یہ بھی اسلام دشمن ایجنسیوں کی کارروائی ہے اور انہوں نے عیاری سے ان دو بھائیوں کو استعمال کیا ہے۔ اس بات کو مکمل طور پر رد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ پہلے بھی اسلام دشمن قوتیں نائن الیون کا ڈرامار چا کر افغانستان اور عراق میں تباہی پھیلا چکی ہیں اور پاکستان کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا گیا ہے۔ اب پیرس میں یہ ڈرامار چا کر وہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کے خلاف اپنے شہریوں کے جذبات ابھار رہی ہیں۔ مزید برآں یورپ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور عیسائیوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، کیونکہ یورپ کا سماجی ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے۔ وہ شادی اور اولاد کو ایک بوجھ تصور کرتے ہوئے اُس کے چکر سے نکلنا چاہتے ہیں۔ بعض سروے کے مطابق مستقبل قریب میں یورپ کے بعض ممالک میں مسلمانوں کی تعداد دوسرے تمام مذاہب کی نسبت زیادہ ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں جلد ہی اس کارروائی کا لنک بھی کسی اور مسلمان ملک کے ساتھ جوڑا جائے گا اور اس کی شامت لائی جائے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خدشات اگر درست بھی ہیں کہ اس کارروائی سے یورپ میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے گا اور کسی اسلامی ملک کو تباہ و برباد کیا جا سکتا ہے، ہم تب بھی برملا کہیں گے کہ اس جریدے اور صحیح تر الفاظ میں غلاظت بھرے اِس چیتھڑے کے مالکان ایسے ہی سلوک کے مستحق تھے۔ ہم تو حال ہی میں قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ہونے والے ایک مباحثہ کے ایک شریکِ گفتگو کی اس بات کی بھی صدفی صد تائید کرتے ہیں کہ آپؐ کی حُرمت اور عظمت کو برقرار رکھنے کے لیے اگر ساری دنیا کا امن و امان بھی تباہ و برباد ہوتا ہے تو ہمیں اس کی بھی کوئی پروا نہیں کرنا چاہیے۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 ربیع الاول تا 4 ربیع الثانی 1436ھ جلد 24
20 تا 26 جنوری 2015ء شمارہ 23

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000

فون: 36316638-36366638-36293939

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 450 روپے

بیرونِ پاکستان

انڈیا ---------------- (2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حقیقت میں ہم تو اس صدمہ سے نڈھال ہیں کہ مسلمانوں کا ردِعمل کتنا کمزور اور بودا دکھائی دے رہا ہے۔ ہم تو اپنی ذات سے بھی شرمسار ہیں اور اس سوچ میں پڑے ہیں کہ اُمت مسلمہ خصوصاً عالم اسلام کے حکمرانوں کی بے حسی کو کیا نام دیں۔ جتنے بھی الفاظ نوک قلم پر آتے ہیں، چونکہ وہ شائستگی کے دائرے میں نہیں، لہٰذا لکھیں تو کیا لکھیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ دینی غیرت وحمیت سے عاری، دولت واقتدار کے یہ پجاری، غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے یہ بھکاری روزِ قیامت اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ اس کے محبوب آقائے نامدار کی توہین کی جارہی تھی اور وہ منہ میں گھنگنیاں ڈالے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے اور ساری ریاستی قوت کو اپنے اقتدار کو بچانے میں صرف کر رہے تھے۔ ایٹمی قوت کے حامل پاکستان کے صدر ممنون حسین نے اور وزارت خارجہ نے جریدے کی انتظامیہ کو نشانہ بنانے کی کارروائی کی مذمت کی ہے۔ ممنون صاحب! کیا آپ اپنے اس نمائشی اقتدار کے لیے اللہ کے محبوب کے دشمنوں کے ممنون ہیں، لیکن یاد رکھیں، اس عارضی زندگی کے پورے ہونے پر آپ کو اسی اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جسے اپنا محبوب اس ساری کائنات سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ توبہ کریں اور اپنے اس قول سے رجوع کریں اور گستاخانہ خاکوں کی سختی سے مذمت کریں، ورنہ آپ کا ایمان اور اسلام شدید خطرے میں ہیں۔

مسلمان حکمرانوں کو دشمن سے ہی کچھ سیکھ لینا چاہیے۔ 7 جنوری کو اللہ، رسولؐ کے یہ دشمن جہنم واصل ہوئے۔ اِس واقعہ کے فوری بعد 11 جنوری کو چالیس ممالک کے سربراہان ہنگامی طور پر فرانس میں اکٹھے ہوئے اور انہوں نے پیرس میں احتجاجی واک کی اور پیرس جیسے شہر میں اخباری اطلاعات کے مطابق چالیس لاکھ لوگ انہیں فالو کرتے ہوئے اس واک میں شریک ہوئے۔ قارئین! آپ یہ جان کر سر پیٹ لیں گے کہ بعض مسلمان ممالک کے سربراہ بھی اس واک میں شامل ہوئے۔ بہر حال عیسائی دنیا اتحاد کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ یہودی اپنے وسائل اور سازشی اذہان کے ساتھ ان کی پشت پر ہیں، لیکن مسلمان ممالک باہمی سر پھٹول میں مصروف ہیں اور بعض ان اسلام دشمن ممالک کی چاپلوسی میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ مسلمان ممالک نے OIC نامی اپنی ایک تنظیم بنائی ہوئی ہے، جسے بعض لوگ oh I see کہہ کر اس کا تمسخر بھی اڑاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام کی حالت ایک ایسے ڈربے کی سی ہے جس میں ستاون مرغیاں ہیں۔ وقفہ وقفہ کے بعد قصاب ڈربے میں ہاتھ ڈالتا ہے اور ایک دو مرغیاں نکالتا ہے اور انہیں ذبح کرتا ہے۔ اس پر باقی مرغیاں کہتی ہیں کہ شکر ہے کہ ہم بچ گئیں۔ لیکن بہر حال باری سب کی آئے گی کہ قصاب کا مفاد اسی سے وابستہ ہے۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ چاند کے حسن' اس کی چمک دمک کو کیا فرق پڑے گا۔ ان کی تھوک ان کے منہ پر واپس آئے گی۔ حقیقتاً یہ ذلت و رسوائی ہماری ہے' عالم اسلام کی ہے کہ کچھ دشمنانِ اسلام ایسی گستاخی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، پھر بھی ہم زندہ ہیں اور کچھ نہیں کر پا رہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ عالم اسلام بہت سی وجوہات کی بنا پر عالم کفر کے سامنے انتہائی کمزور و ناتواں نظر آتا ہے۔ ٹیکنالوجی کی ترقی نے طاقت کے توازن میں زبردست عدم توازن پیدا کر دیا ہے۔ ظاہری طور پر اور دنیوی حساب کتاب کے مطابق سارا عالم اسلام کسی ایک کافر ملک سے بھی لڑ نہیں سکتا چہ جائیکہ وہ متحدہ عالم کفر سے لڑے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک طرف تو قرآنی حکم کے مطابق اپنے گھوڑے تیار کرنے پر سنجیدگی سے توجہ مرکوز کی جائے اور دوسری طرف اپنے اندر ایمانی اور روحانی قوت پیدا کی جائے۔ یہ قوت صرف احکامِ ربانی پر عمل پیرا ہونے اور فرمودات نبویؐ سے مستفید ہو کر اور انہیں اپنی عملی زندگی میں اپنا کر دستیاب ہو سکتی ہے۔ پھر مؤمن بے تیغ بھی لڑ سکتا ہے۔ اس حقیقت کے ادراک کے لئے کیا طالبان افغانستان کی مثال کافی نہیں ہے؟ فوری طور پر کرنے کا کام یہ ہے کہ عالم اسلام متحد ہو بلکہ نظام خلافت قائم کر کے صحیح معنوں میں ایک امت بنے، سفارتی اور تجارتی واقتصادی سطح پر ایک محاذ بنائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان ممالک جو اس وقت وسیع قدرتی ومعدنی وسائل پر قابض ہیں، وہ عالم کفر پر واضح کر دیں کہ اگر اُس نے اللہ کی کتاب قرآن عظیم یا اللہ کے آخری رسول ﷺ یا شعائر اسلام کی کسی بھی انداز میں اور کسی بھی سطح پر توہین وتضحیک کی جسارت کی تو وہ ان کا سفارتی، تجارتی اور اقتصادی بائیکاٹ کر دیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ مغرب کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے، جو مسلمانوں کے اختلافات اور ان کی باہمی چپقلش سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

آخر میں ہم ساری امت اور حکمران طبقہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے مصلحت کی آڑ میں بزدلی کا مظاہرہ کیا یا اپنے اقتدار کی طوالت کے لالچ میں نبی اکرم ﷺ کی توہین وتضحیک کی مذموم کوششوں پر خاموشی یا لاتعلقی کا اظہار کیا تو یاد رکھیں کہ اُن کا انجام دشمنانِ اسلام سے مختلف نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ: ''ہم ان مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں''۔ (الحجر:95) یاد رکھیں، جس طرح کسی انسان کی شہ رگ کٹ جائے تو اس کی دنیوی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کی مبارک اور مقدس ذات اُمت کی روحانی شہ رگ کی مانند ہے۔ اس پر خدانخواستہ (خاکم بدہن) رتی بھر آنچ بھی آئی یعنی ہمارا تعلق حضور ﷺ سے کٹ گیا، تو امت مسلمہ دنیا میں اپنا وجود بھی برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ اے مسلمانانِ عالم! اپنے روحانی وجود پر اس حملہ کا جواب اس طرح دو کہ محبوبِ رب العالمین ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ خود کو قلبی اور ذہنی طور پر خوب اچھی طرح جوڑ کر زندگی کا جو حصہ، جو اعمال، جو افعال سنت رسولؐ سے ورے ہیں، انہیں اپنی روزمرہ زندگی سے خارج کر دو اور سنت رسولؐ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اور اپنے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں نیست و نابود کروا دے گا۔ اس لیے کہ باطل کا انجام اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی اس کا مقدر ہے۔ ہمارا فرض نیک نیتی سے کوشش کرنا ہے۔ آج جو چیز ناممکن نظر آتی ہے اسے ممکن بنا دینا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے — پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

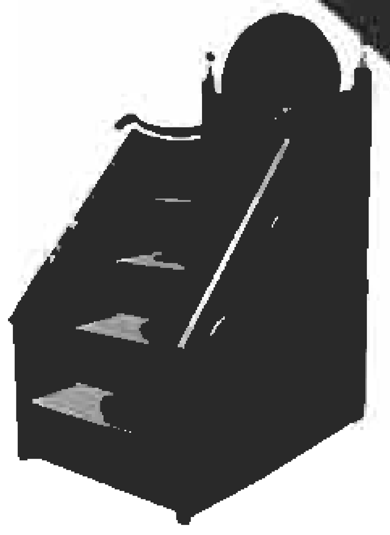

حضور اکرم ﷺ کا پیغام: توحید

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے مشیر دعوتی امور رحمت اللہ بٹر صاحب کے 9 جنوری 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوتِ آیات کے بعد!

حضرات! دو ہفتے قبل خطاب جمعہ میں ماہ ربیع الاول کی مناسبت ''اتباع رسولؐ'' کے موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ اور ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کس حیثیت میں مبعوث فرمایا، اور آپؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں کیا ہیں؟ آج ہم اس بات پر گفتگو کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہمیں کیا عظیم الشان چیز دے گئے، کہ ہمیں جس کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے ابتدا میں سورۃ الاعراف کی تلاوت کی، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا ۨ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ﴾

''(اے محمد) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں۔ (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ اسی دور کے لئے رسول نہیں تھے، جس میں کہ آپؐ مبعوث ہوئے بلکہ آج بھی رسول ہیں اور قیامت تک کے لئے آپؐ کی نبوت و رسالت جاری رہے گی۔ پھر یہ کہ آپؐ کو تمام انسانیت کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اُس ہستی کی طرف سے جو حقیقی بادشاہ ہے، ارض وسماوات کی۔ تنہا وہی الٰہ ہے، اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ ''الٰہ'' کا لفظ عربی میں تین معنوں میں آتا ہے۔ ایک اُس ہستی کے معنوں میں جس کی طرف انسان اپنی حاجت کے لئے رجوع کرتا ہے۔ دوسرے، وہ جس سے انسان کو شدید ترین محبت ہو، جس کی محبت اُس کے دل میں گھر کر جائے۔ تیسرے وہ کہ جو پوری کائنات کی ساری ضرورتیں پوری کرنے والا ہو۔ فرمایا کہ وہی الٰہ العالمین ہے، جو خالق ارض وسماوات ہے، جو کل کائنات کا مالک ہے۔ وہی ہے جو ہر شے کو زندگی بھی دیتا ہے اور اُس پر موت بھی طاری کرتا ہے۔ ساری کائنات کا اختیار اسی کے پاس ہے۔ آگے دعوت ایمان ہے:

﴿فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ﴾

مرتب: محبوب الحق عاجز

''تو اللہ پر اور اس کے رسول پیغمبر اُمی پر جو اللہ پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ۔''

یعنی ایمان لاؤ اللہ مالک ارض وسماوت پر جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور ایمان لاؤ اس کے رسول ﷺ پر۔ وہ رسول کون ہیں؟ وہ جو نبی اُمی ہیں۔ آپؐ کی ایک خصوصیت ''اُمی'' ہونا ہے۔ آپؐ عام دنیاوی طریقوں سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں بلکہ انہیں اللہ ہی نے علم دیا ہے۔ رسول اُمّی جس اللہ پر ایمان کی تمہیں دعوت دے رہے ہیں سب سے پہلے خود اُس پر ایمان لائے ہیں، اور اُس کی فرمانبرداری اختیار کی ہے۔ اس بات کی تصدیق خود اللہ نے کی ہے۔ چنانچہ سفر معراج کے موقع پر آپؐ کو سورۃ البقرہ کی جو آیتیں ملی ہیں، ان میں اللہ نے فرمایا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ﴾ (البقرہ: 285)

''رسول (اللہ) اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔''

رسول کی دعوت کیا ہے؟ یہ کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول کو بھی رسول برحق مانو۔ اللہ کے رسول کو ماننے کا تقاضا کیا ہے؟ یہ تقاضا اتباع ہے۔

﴿وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝﴾

''اور ان کی پیروی کرو، تاکہ ہدایت پاؤ۔''

پیغمبر اسلام کی پیروی کرو اور اُن پر نازل ہونے والی کتاب کا اتباع کرو، تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت کاملہ کا ذریعہ کتاب الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل ہے۔ اللہ نے یہ کلام بھیجا ہی اِس مقصد کے لیے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اور یہی چیز ہے جو ایک دوسرے مقام پر یوں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا ۝﴾ (الاحزاب: 45,46)

''اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی

طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔''

آپ کی پہلی صفت اور حیثیت یہاں ''شاھداً'' بیان ہوئی۔ یعنی آپ حق کے گواہ ہیں۔ ہر رسول نے اللہ کے نازل کردہ کلام کی گواہی دی ہے، زبانی بھی اور عملی بھی۔ نبی اکرم ﷺ نے تو شہادت حق کی ذمہ داری نہ صرف بتمام وکمال ادا فرمادی، بلکہ اپنی اُمت سے اس پر گواہی بھی لے لی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہیں (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، حق امانت بھی ادا کردیا، اور حق خیر خواہی بھی ادا کردیا۔

آپ کی ایک حیثیت تو ''شاہد'' کی تھی۔ پھر یہ کہ اللہ نے آپؐ کو مبشر اور نذیر بنایا۔ آپؐ نے جو دعوت حق پیش کی، جن لوگوں نے اس دعوت کو مان لیا، آپؐ ان کو بشارت دیتے تھے کہ دیکھو تمہاری محنت رایگاں نہیں جائے گی۔ تم ایمان لائے ہو اور تم نے شریعت کی پابندیاں اختیار کی ہیں تو اُس کا تمہیں پورا پورا صلہ ملے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ دعوت حق کو نہیں مان رہے تھے، آپؐ انہیں اُن کے انجام بد سے ڈراتے تھے، کہ تمہیں اس تکذیب حق کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آکر رہو گے۔ کار رسالت میں آپؐ کی ایک حیثیت داعی الی اللہ کی ہے۔ آپؐ اللہ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہر رسول لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ اصل دعوت اللہ کی طرف دعوت ہے، جو مطلوب ہے۔ اللہ کی طرف دعوت سے مراد اُس کے کلام، اس نازل کیے ہوئے ضابطہ حیات کی طرف بلانا ہے۔ آپؐ کی ایک خاص حیثیت ''سراجاً منیراً'' ہے۔ آپؐ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کے لئے اپنے کلام کا ایک حصہ دیا تھا۔ قرآن اُسے ﴿نصیباً من الکتب﴾ یعنی ''الکتاب کا حصہ'' کہتا ہے۔ اللہ نے ہدایت تامہ دین الحق اور الہدیٰ کی صورت میں نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمائی۔ اور اس کے بارے میں یہ اعلان بھی فرمادیا کہ

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدہ:3)

''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔''

تو یہ بھی نبی اکرم ﷺ کی خصوصی امتیازی شان ہے کہ آپؐ کو جو پیغام دیا گیا ہے وہ قیامت تک کے لئے ہے اور اُسے قیامت تک کے لئے محفوظ بھی کردیا گیا ہے۔ یہ قرآن تا قیامت موجود اور محفوظ رہے گا۔

نبی اکرم ﷺ کو جو دین دیا گیا ہے وہ دین توحید ہے۔ توحید انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ یہ انسانی سوچ اور فکر کی پستی ہے کہ توحید باری تعالیٰ کے عقیدے میں ہر دور میں گڑبڑ کی جاتی رہی ہے، انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی حیثیت میں بھی۔ انفرادی حیثیت میں لوگوں نے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کو اللہ کا شریک بنالیا۔ یہود نے

پریس ریلیز 14 جنوری 2015ء

گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث اور نہایت قابل مذمت ہے

کوئی بھی مسلمان اپنے نبیؐ کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا

حافظ عاکف سعید

نبی اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی کا سبب بنے گی۔ اِن خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے فرانسیسی نیوز میگزین ''چارلی ھیبڈو'' کے تازہ شمارے کے ٹائٹل پر نبی کریم ﷺ کے متعلق گستاخانہ خاکے کی دوبارہ اشاعت پر ایک مذمتی بیان میں کیا۔ انھوں نے کہا کہ اسلام دشمن طاقتیں آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر دوہرے معیارات رکھتی ہیں۔ وہ کسی کو ہولو کاسٹ پر اظہار رائے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے لیکن اس کائنات کے حقیقی ''رحمۃ للعالمین'' کی شان میں گستاخی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اسلام دشمن لابی اسلام اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر کے مسلمانوں کو اشتعال دلاتے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے ردِّعمل آنے پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چڑھ دوڑتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ 9/11 کا واقعہ بھی ایک ایسی ہی سازش تھی جس کا وبال ایک ایسے ملک پر ڈالا گیا جہاں حقیقی اسلام کے احیاء کے امکانات روشن ہو رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کا کوئی بھی نام لیوا قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا کیونکہ یہ ہمارے دین وایمان کا تقاضا ہے۔

پریس ریلیز 16 جنوری 2015ء

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت: یورپ ایک اور صلیبی جنگ کے حالات پیدا کر رہا ہے

کفار کی جانب سے توہین رسالت کی جسارتیں امت کی رسوائی ہیں جس کے عوام وخواص بے بسی سے دشمنان اسلام کا منہ دیکھ رہے ہیں

یورپ ایک اور صلیبی جنگ کے حالات پیدا کر رہا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ نبی اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے والے شخص کی ہلاکت مسلمانوں کے لئے نہایت اطمینان بخش اور خوشی کا باعث ہے لیکن اہل یورپ اس واقعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حالات کو جس طرف لے جا رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ متحد ہو کر مسلمانوں پر ایک کاری ضرب لگانا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کائنات کی عظیم ترین اور مقدس ترین ہستی کی عظمت میں ان مذموم حرکات سے کیا کمی ہو سکتی ہے۔ یہ چاند کی طرف رخ کر کے تھوکنے والی بات ہے جو واپس تھوکنے والے کے منہ پر آتی ہے۔ البتہ یہ امت مسلمہ کے لئے انتہائی ذلت ورسوائی کا معاملہ ہے کہ جس ہستی کا تقدس اُن کے دین اور ایمان کا لازمی جزو ہے دشمنان اسلام اُس کا استہزا کر رہے ہیں لیکن عام مسلمان اور حکمران دونوں بے بسی سے اُن کا منہ دیکھ رہے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو کتاب وسنت سے انحراف اور اللہ اور رسول ﷺ سے غداری کے نتیجہ میں یہ دن دیکھنے پڑے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر دل وجان سے عمل کریں اور سنت رسول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں جس سے اللہ اُنہیں ایسی راہ دکھائے گا اور ایسی طاقت بخشے گا کہ وہ اللہ اور اپنے دشمنوں کو عبرت ناک شکست دے کر حضور ﷺ سے اپنی حقیقی اور عملی محبت کا اظہار کر سکیں گے اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار لیں گے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ یعنی انہیں الوہیت میں شامل کر دیا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں تک پہنچا دیا۔ کہنے لگے کہ عیسیٰ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، اُس کے چہیتے ہیں۔ انہوں نے سولی چڑھ کر سارے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ دے دیا۔ اب جو شخص بھی انہیں مان لے گا وہ بخش دیا جائے گا۔ قریش نے بھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارشی ہیں۔ اللہ ہماری نہیں سنتا، البتہ ان کے ذریعے سے سنے گا۔ اس طرح انہوں نے انہیں اللہ اور بندے کے درمیان حائل کر دیا تھا۔ یہ ہے وہ خرابی جو ہر دور میں توحید میں پیدا ہوتی رہی ہے۔ اور آج ہمارے ہاں بھی کئی شکلوں میں موجود ہے۔

اجتماعی حیثیت بھی توحید میں بگاڑ پیدا ہوتا رہا ہے۔ اس بگاڑ کی ایک نہایت قبیح صورت اللہ کی حاکمیت میں دوسروں کو شریک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافت دی ہے، حاکمیت نہیں دی۔ لیکن انسانوں میں سے کچھ لوگ اپنے آپ حاکم بن بیٹھے اور لوگوں کو اپنے تابع کر لیا۔ وہ لوگوں پر اپنا حکم چلاتے اور خود کسی قاعدے قانون کے پابندی نہ کرتے تھے۔ یہ بادشاہی نظام تھا۔ اسی طرح آج ''دین جمہور'' کا معاملہ ہے۔ جس میں حاکمیت کا حق جمہور کو دیا گیا ہے۔ اس نظام میں بھی صدر اور وزیراعظم کو عدالت میں پیشی سے تحفظ دیا گیا ہے۔ عدالتیں انہیں نہیں بلا سکتیں۔ سارے قاعدے قانون عوام کے لئے ہیں۔ یاد رکھئے، جہاں بھی اللہ کی حاکمیت سے متصادم قانون بنانے کا اختیار پایا جائے گا وہاں حاکمیت الٰہی میں غیر اللہ کو شریک کرنے کی بُرائی موجود ہوگی۔ اجتماعی سطح پر زندگی کے تین گوشے ہیں: سیاسی، معاشی اور معاشرتی۔ توحید کے مقتضمنات میں سب سے پہلی چیز اللہ کی حاکمیت کا اقرار اور غیر اللہ کی حاکمیت کی کلی نفی ہے۔ انسان حاکم نہیں، خلیفہ ہے۔ حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مملکت کا سربراہ یا خلیفہ بھی اسی طرح قانون الٰہی کا پابند ہے، جیسے کوئی عام آدمی پابند ہوتا ہے۔ خلیفہ ہونے کے ناتے اسے کوئی استثنا نہیں مل جاتا۔ دنیا کے عام حکمران یا سربراہان تو کجا، اللہ کے نمائندے رسول بھی وحی الٰہی کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ بھی جب دعوت دیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ انا اوّل المومنین، انا اول المسلمین۔ انسان ہونے کے ناتے سے وہ بھی مسئول ہوتے ہیں۔ وہ بھی مکلف ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ تاریخ میں یہاں کے بادشاہوں کا رویہ حاکمیت الٰہی کے بالکل متضاد رہا ہے جو اسلام اور اُس کی تعلیم اور توحید کی نفی ہے۔ صاف صاف بتا دیا کہ تم سارے کے سارے اللہ کے حکم کے پابند ہو، حاکم صرف اللہ ہے۔ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

یہاں حکمرانوں کو جو اختیار حاصل ہے۔ وہ صرف انتظامی معاملہ ہے۔ وہ تو اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے پابند ہیں، اپنا قانون جاری کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب تک میں اللہ کے قانون کی پابندی کروں تم میری اطاعت کرنا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ سربراہ مملکت کا کام یہ ہے کہ جو قانون اللہ نے بھیجا ہے، اسے اسی طرح نافذ کرے۔ وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ کیونکہ وہ حقیقی حکمران کا قانون ہے۔ البتہ جہاں اللہ نے قانون نہیں دیا، وہاں باہم مشورے سے قانون سازی کی جاسکتی ہے۔

معاشرت میں توحید کیا ہے؟ یہ کہ پیدائشی طور پر تمام انسان برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہی بات فرمائی تھی۔ قرآن حکیم کے مطابق انسانوں کی کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم صرف پہچان کے لئے ہے۔ یہ نہیں ہے کہ فلاں قبیلے والے اعلیٰ ہیں، اور فلاں قبیلے والے گھٹیا ہیں۔ انسانوں میں کوئی اعلیٰ نہیں، کوئی ادنیٰ نہیں۔ کوئی اونچا نہیں، کوئی نیچا نہیں۔ یہ برہمن اور شودر کی تقسیم، یہ رنگ ونسل کی بنیاد پر افتخار انسان کے اپنے ذہن کے تراشے ہوئے فلسفے ہیں۔ اعلیٰ و ادنیٰ کے یہی تصورات ہر دور میں فساد کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے یہ فرما کر کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، سارے باطل امتیازات کی جڑ کاٹ دی تھی۔ اور یہ بات رہتی دنیا تک واضح فرما دی تھی کہ عزت و بڑائی کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ پیدائش، رنگ، نسل، زبان یا علاقے کی بنیاد پر کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ نہیں ہے۔ سارے انسان اللہ کی مخلوق اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ آج قومیں اسی بات پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہی ہیں کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو بڑھیا سمجھتے اور دوسرے کو گھٹیا سمجھتے ہیں بلکہ انہیں انسان ہی نہیں سمجھتے۔ سارا فساد اسی وجہ سے ہے۔ آپؐ نے اس طرح کے جاہلی تصورات اور برائی و افتخار کے بتوں کو اپنے پاؤں کے نیچے روند دیا تھا۔

نظریۂ توحید کا ایک اور بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ مالک حقیقی صرف اللہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی کسی چیز کا مالک حقیقی نہیں۔ ملکیت صرف اس کی ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ (الحج:64)

''اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔''

انسانوں میں وہ گروہ جو مومن ہیں وہ تو اللہ سے جنت کے عوض اپنی جان و مال کا سودا بھی کر بیٹھے ہیں۔ اُن کا تو کچھ بھی اپنا نہیں رہا۔ انسان کو صرف حق تصرف دیا گیا ہے۔ وہ چیزوں کو صرف استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے ؎

ایں امانت چند روزہ نزد ماست
درحقیقت مالک ہر شے خدا است!

مال و دولت جو دنیا میں بڑائی اور عزت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، آخرت میں کسی کام نہ آئے گا۔ آپؐ نے یہاں تک فرما دیا تھا کہ: ''اے بنوفہر، اے بنوعدی، اے بنو عبد مناف، اے بنوعبدالمطلب، اے قریش کے قبیلے والو! اپنی اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو۔ اے زبیرؓ کی ماں، اے میری پھوپھیؓ، اے فاطمہؓ، اے میری بیٹی! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو۔ دیکھو، میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ ہاں میرے مال کی تمہیں ضرورت ہو تو مانگ لو'' (رواہ البخاری) قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (العنکبوت:64)

''دنیا کی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے۔ اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اے کاش! وہ (یہ حقیقت) جانتے۔''

حیات دنیا کی حیثیت کھیل تماشا کی سی ہے۔ جس طرح ایک ڈراما وقت معین تک کے لئے ہوتا ہے، اسی طرح یہ پوری کائنات وقت معین تک کے لئے ہے۔ یہ مستقل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ''الی اجل مسمّٰی'' پیدا کیا ہے۔ ایک ڈراما میں لوگوں کو کچھ کردار الاٹ ہوتے ہیں۔ کسی کو بادشاہ بنا دیا جاتا ہے اور کوئی اس کا اردلی ہوتا ہے۔ کسی کو ملکہ اور کسی کو باندی بنا دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ کردار آدمی کو اپنی مرضی سے نہیں ملتے، بلکہ ڈائریکٹر اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ ذرا سوچئے، ہمیں یہ کردار کس نے عطا کیے ہیں۔ ظاہر ہے، اس کائنات کے خالق و مالک نے۔ اور اس سے اصل مقصود ہماری آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ذہنی صلاحیتیں زیادہ دے دی ہیں۔ کسی کو جسمانی قوت زیادہ عطا کر دی ہیں۔ کسی کو زیادہ وسائل سے نواز دیا

ہے، اور کسی کو مہلت عمر زیادہ دے دی ہے۔ کسی کو حسن اور کسی کو عقل زیادہ دے دیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس میں ہمارا کچھ اختیار نہیں ہے۔ پھر ان چیزوں کی بنیاد پر فخر و تکبر کیوں کیا جائے۔ پھر جیسے دنیا میں ایک ڈائریکٹر کسی کو کوئی رول دیتا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیتا ہے کہ تمہاری حدود یہ ہیں اور تمہیں اُس سکرپٹ کے مطابق کردار ادا کرنا ہوگا جو میں دے رہا ہوں، بصورت دیگر تمہارا کردار قابل قبول نہ ہوگا۔ ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان ہدایت نامہ بھیجا ہے، اور وہ قرآن ہے۔ اس میں بادشاہ کے لئے بھی ہدایت ہے اور اردلی کے لئے بھی۔ جاگیردار کے لئے بھی اور ہاری کے لئے بھی۔ مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔ کارخانہ دار کے لئے بھی اور ملازم کے لئے بھی۔ غرض انسان کی ہر حیثیت کے لئے راہنمائی ہے۔ یہ تمام لوگوں کے لئے ہدایت کاملہ ہے۔ اللہ نے یہ ہدایت نامہ اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ ہمارا کردار و عمل تب ہی قبول ہوگا جب ہم اس ہدایت کے مطابق کردار ادا کریں گے، ورنہ نہیں ہوگا۔

اللہ نے اس ہدایت نامہ کو سمجھنے کے لئے آسان بنایا ہے۔ اللہ نے قرآن میں مختلف مثالوں سے بات سمجھا دی ہے، تاکہ ہر کوئی اپنا اپنا رول سمجھ لے اور اپنی حدود کے اندر رہ کر وہ رول ادا کرے۔ اگر اس کے باوجود ہم اس ہدایت نامہ کو پڑھنے سمجھنے کی طرف دھیان نہ دیں تو روز قیامت ہمارے لئے کوئی عذر نہیں ہوگا۔ کم از کم وہ لوگ کہ جنہوں نے دنیاوی تعلیم کے حصول میں کئی سال لگا دیئے، وہ اس دن یہ عذر کیونکر پیش کریں گے کہ خدایا تیرا کلام عربی میں تھا اور ہمیں عربی نہیں آتی تھی۔ وہ پڑھے لکھے لوگ کہ جنہوں نے انگریزی سمجھنے کے لئے 14،14 سال لگا لئے، قرآن کی زبان سمجھنے کے لئے تھوڑا سا وقت بھی کیوں نہ نکال سکے، حالانکہ یہ نہایت آسان زبان میں ہے۔ قرآنی عربی کے بہت سے الفاظ وہ ہیں جو پہلے ہی ہم اردو میں استعمال کرتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ قرآن فہمی کے لئے روزانہ 15 منٹ نکال لیں، اور قرآن کا ڈائریکٹ ترجمہ سیکھنا شروع کر دیں تو آپ 15,10 دنوں میں دو آیتوں کا اور دو مہینے میں ایک رکوع کا ترجمہ سیکھ لیں۔ اس لئے کہ وہی الفاظ بار بار آ رہے ہیں۔ اس ترتیب سے آپ سیکھتے رہیں تو ایک سال میں آپ کو پورا قرآن مجید سمجھ آنا شروع ہو جائے گا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدۂ توحید کا فہم اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آنحضرت ﷺ کا اسلوب دعوت و ارشاد

مولانا محمد حنیف ندوی

جس طرح قرآن حکیم بتدریج نازل ہوا اُسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی تعلیم و ارشاد میں تدریج سے کام لیا اور تیئس برسوں میں برابر لوگوں تک اس کے پیغام کو پہنچاتے رہے۔ یہی نہیں آپؐ نے عملاً امت کی باقاعدہ تربیت کی، اُن کے اخلاق کو سنوارا، عبادات و رسوم کی اصلاح کی اور ان تمام باتوں کی تشریح و وضاحت کی جن کا تعلق انسان کی انفرادی و اجتماعی اور سیاسی و روحانی زندگی سے ہوسکتا ہے۔ آپؐ اُٹھتے، بیٹھتے، سفر و حضر، صلح و جنگ، ہر حالت میں قرآن حکیم کی عملی تطبیق میں کوشاں رہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن حکیم کے ساتھ احادیث و سنن کا ذخیرہ بھی جمع ہوتا رہا اور ترتیب پاتا رہا۔

اوّل اوّل آپؐ نے دار ارقم کو تعلیم و ارشاد کا مرکز قرار دیا۔ اس کے بعد مسجد کو یہ اہمیت حاصل ہوئی کہ یہاں ہر نوع کے معاملات طے کئے جائیں اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ آپؐ کی مبلغانہ کوششیں صرف مساجد ہی تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ آپؐ کو جب بھی اور جہاں بھی احکام کی تشریح و توضیح کا موقع میسر آتا اس سے فائدہ اٹھاتے اور مناسب ہدایات دیتے۔ حضرت انس ؓ کا کہنا ہے:

((انما کونوا اذا صلوا الغدا قعدوا حلقا حلقا یقرء ون القرأن ویتعلمون الفرائض والسنن))

’’صحابہ کی یہ عادت تھی کہ صبح کی نماز کے بعد مختلف حلقوں اور دائروں میں منقسم ہو جاتے اور اپنے اپنے حلقے اور دائرے میں قرآن پڑھتے اور آنحضرت ﷺ سے فرائض وسنن کی تعلیم حاصل کرتے۔‘‘

جس کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً ایسی علمی مجالس کا اہتمام بھی فرماتے جن سے استفادہ کر کے وہ اس لائق ہو جاتے کہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے عملی سانچوں میں ڈھال سکیں۔ ان علمی مجالس میں عورتوں کو بھی شریک کیا جاتا، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ان کے لئے خود ان کی خواہش پر ایک مقام اور وقت کا تعین فرمایا اور کہا کہ تم فلاں گھر پہنچ جاؤ، میں بھی وہاں آ جاؤں گا۔ چنانچہ آپؐ وقت مقررہ پر تشریف لائے اور ان کو وعظ و نصیحت سے نوازا۔ آپؐ کے اندازِ وعظ و نصیحت کی کچھ خصوصیات تھیں۔ مثلاً یہ کہ:

1۔ آپؐ اس بات کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے کہ صحابہؓ کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں مناسب اوقات کا انتظار کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ کب اور کس وقت یہ نصائح کو صدق دل سے قبول کر سکتے ہیں۔ ابن مسعود کا کہنا ہے:

آنحضرت ﷺ وعظ و ارشاد میں تخول سے کام لیتے، تاکہ روزانہ اور ہر وقت کی نصیحت سے طبائع اکتا نہ جائیں۔ تعلیم و تربیت کا یہ ایسا انداز ہے جس کی اہمیت و افادیت کو اس دور کے بہت سے تربیتی اداروں نے اپنا لیا ہے اور اس حقیقت کو مان لیا ہے کہ تعلیم اسی وقت صحیح نتائج پیدا کر سکتی ہے جب طلبہ کی نفسیات کا خیال رکھا جائے اور دیکھا جائے کہ کب اور کس وقت اُن کا ذہن و قلب حاضر ہے اور اس لائق ہے کہ تعلیم و تربیت کے اصولوں سے صحیح معنوں میں بہرہ مند ہو سکے۔

2۔ ہر شخص کی ذہنی سطح اور مدارج عقلی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا قاعدہ تھا کہ وہ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں ہر شخص کی ذہنی سطح اور اس کے مدارج عقلی کا پورا پورا خیال رکھتے۔ حضری اور شہری لوگوں سے ان کے انداز و معیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور بدوی سے اس کی ذہنیت کے مطابق بات کرتے۔ اس کی بہترین مثال ابوہریرہؓ کی اس روایت سے ملے گی، جس میں بنی فزارۃ کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جو بدوی تھا۔ اُن کا کہنا ہے کہ یہ شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا

کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، جو سیاہ رنگ کا ہے میں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ ہم میاں بیوی میں کوئی بھی سیاہ رنگ کا نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کی سمجھ اور پیشہ کے مطابق جواب مرحمت فرمایا۔ اس سے پوچھا: ﴿هل لك من ابل﴾ ''کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟'' اس نے کہا۔ ''جی ہاں۔'' آپؐ نے پھر دریافت فرمایا: ''وہ کس رنگ کے ہیں؟'' اُس نے کہا سرخ رنگ کے۔ آپؐ نے اس پر سوال کیا کہ کیا ان میں کوئی اور یعنی خاکستری رنگ کا یا کم سیاہ رنگ کا کوئی اونٹ بھی ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں ہے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اب تم ہی بتاؤ کہ سرخ رنگ کے اونٹوں میں یہ سیاہی کیسے آگھسی؟'' اس نے اس کے جواب میں کہا: ''ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی اونٹ خاکستری یا سیاہ رنگ کا ہو اور اس کی جھلک ہو۔'' جب بات یہاں تک پہنچ چکی تو آپؐ نے یہ کہہ کر اس کے شبہے کو دُور کر دیا:

((وهذا اعمى يكون نزعة عرق))

کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ نسب کا کرشمہ کارفرما ہوا اور اس میں تمہاری بیوی کا کوئی قصور نہ ہو۔

طبرانی کی روایت ہے کہ قریش کا ایک نوجوان جو حیوانیت کے جذبات سے مغلوب تھا، آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے زنا کی اجازت مرحمت فرما دیجیے۔ اس نے جیسے ہی یہ کہا حاضرین اس پر لپکے اور اس گستاخی پر اس کو خوب ڈانٹا ڈپٹا۔ آپؐ نے یہ دیکھا تو فرمایا: ''اس سے تعرض نہ کرو۔ اس کو اپنے قریب بلا کر پوچھا: ''اتحبهٗ لامك'' کیا تم اسے اپنی ماں کے لئے یہ پسند کرو گے۔'' اس نے کہا: ''بخدا، ایسا نہیں ہو سکتا۔'' اس پر آپؐ نے فرمایا: ''تو کیا تم چاہو گے کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی شخص یہ سلوک روا رکھے۔'' اس نے جواب میں یہی کہا کہ ''جی نہیں، میں اسے ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' اسی طرح آپؐ نے اس کی دیگر رشتے دار خواتین کا ایک ایک کر کے ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ ان سے یہ معاملہ روا رکھا جائے۔ اس نے ہر سوال کے جواب میں یہی رویہ اختیار کیے رکھا اور کہا کہ ہرگز نہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کی مغفرت کی دعا فرمائی۔ راوی کا کہنا ہے کہ تفہیم و تعلیم کے اس انداز سے یہ اس درجہ متاثر ہوا کہ اس کے بعد یہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا، اور پھر کبھی اس گناہ کی طرف ملتفت نہ ہوا۔

3۔ آپؐ کی عادت مبارکہ کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ آپؐ جب بھی اپنے صحابہ کو کوئی دینی حکم سمجھانا چاہتے تو اس کو تین تین مرتبہ دہراتے، تاکہ بات نہ صرف دل کی گہرائیوں میں اتر جائے بلکہ لوحِ قلب پر مرتسم بھی ہو جائے۔ انس بن مالک سے روایت ہے: ''آنحضرت ﷺ جب کچھ ارشاد فرمانا چاہتے تو ہر ایک کلمہ کا تین تین دفعہ اعادہ کرتے تاکہ سننے والا اچھی طرح فہم و ادراک کی گرفت میں لے آئے۔''

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ آپؐ کا دائمی معمول تھا۔ آپؐ موقع اور مناسبت کا خیال رکھتے اور اسی انداز میں گفتگو فرماتے، جو مقام و محل کے موافق ہو۔

4۔ آسانی اور تیسیر بھی ایک اصول تھا، جس کو آنحضرت ﷺ احکام و عبادات میں خصوصیت سے ملحوظ و مرعی رکھتے اور لوگوں کو اس بات سے باز رکھتے کہ احکام و مسائل میں تضییق یا تنگی سے کام لیں، یا عبادات میں تصنع اور سختی کو اپنائیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: عَلِّمُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا۔ ''لوگوں کو تعلیم دو اور آسانی پیدا کرو اور مشکلات سے پرہیز کرو۔'' حضرت انسؓ سے مروی ہے: خير دينكم ايسره وخير العبادة الفقه۔ ''تمہارے دین کا وہ حصہ بہتر ہے جو زیادہ آسان اور سہل ہو، اور بہترین عبادت احکام کی سمجھ بوجھ ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ اغلوطات سے منع فرمایا کرتے تھے۔ امام اوزاعی کا کہنا ہے کہ اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے مشکل اور پیچیدہ مسائل نہ بیان کئے جائیں، جن سے وہ کچھ بھی اخذ نہ کر سکیں۔ بلکہ صرف وہی باتیں بیان کی جائیں جن کو وہ آسانی سے سمجھ بوجھ سکیں۔

آنحضرت ﷺ گفتگو میں سامع کے لب و لہجہ کا بھی خیال رکھتے اور یہ بھی دیکھتے کہ اس کا تعلق کس قبیلے سے ہے اور اس قبیلے میں کس نوعیت کی زبان رائج ہے۔ خطیب بغدادی نے عاصم الاشعری سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے اس کو مخاطب فرمایا: ((ليس من امبرا مصيام فى السفر)) اس میں اشعری کی اس عادت کو ملحوظ رکھا کہ یہ اکثر ''لام'' کو ''میم'' کے ساتھ بدل دیتے ہیں۔ اس کو فصیح عربی میں اگر ادا کریں تو یوں کہا جا سکتا ہے: ليس من البر الصيام فى السفر کہ سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ اس طرزِ تخاطب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اگرچہ افصح العرب تھے، اور فصیح ترین زبان میں گفتگو فرماتے تھے، تاہم تیسیر، آسانی اور تفہیم کو ہر شے سے مقدم جانتے تھے۔

☆☆☆

بقیہ: خلافت فورم

نذیر احمد غازی: دعا کریں کہ حالات بہتر ہو جائیں۔ لوگ بہت پریشان ہیں۔ کسی ملک کے اندر رہتے ہوئے اگر لوگوں کو یہ محسوس ہو جائے کہ ہم غیر محفوظ ہیں تو یہ ریاست کی بہت بڑی ناکامی ہے۔ اس وقت ہمیں زیادہ سے زیادہ باہمی اتفاق اور بھائی چارے کا ماحول بنانا چاہیے۔ خدا کرے کہ تمام جماعتیں اکٹھی ہو جائیں اور اس ملک کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے انہیں ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھنا ہوگا اور ملک کے وسیع تر مفاد میں کوئی حل نکالنا چاہیے۔

سوال: کیا شرعی عدالتوں کے ذریعے دہشت گردی کو ختم کرنا زیادہ آسان اور صحیح طریقہ کار نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت نظر کیا آ رہا ہے اور ہونا کیا چاہیے، ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ اس ملک میں ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے کہ یہاں اسلام بحیثیت نظام آ سکے اور شرعی قوانین نافذ ہو سکیں۔ تاہم یہ بات طے شدہ ہے کہ پاکستان اس لیے بنا تھا کہ ہم اسے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے۔ قائداعظم نے کہا تھا کہ ہمارا آئین 1300 سال پہلے بن چکا ہے۔ قائداعظم کی ایک سو ایک تقاریر ایسی ہیں جن میں اسلام کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ 1948ء میں سٹیٹ بنک کا افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے واضح طور پر کہا تھا کہ اس ملک میں شریعت محمدی نافذ ہونی چاہیے اور ہمارا معاشی نظام وہ ہونا چاہیے جو اسلام ہمیں سکھاتا ہے۔ اصل میں ہمارے حالات اس لیے ابتر ہیں کہ ہم وہ کام نہیں کر سکے جو ہمیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ عدالتوں کی بات کرتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (٤٤)﴾ ''اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے (کلام) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔'' اور پھر اس کی شدت کا اندازہ کیجیے کہ اگلی آیات میں ایسے لوگوں کے لیے هم الفاسقون اور هم الظالمون جیسے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر کہہ کر ان کے ایمان کی نفی کر دی، ان کو ظالم کہہ کر ان کے منصف ہونے کی نفی کر دی اور ان کو فاسق کہہ کر ان کے نیک اور اچھے ہونے کی نفی کر دی۔ لہٰذا اگر ہم اللہ کے دین کو نافذ ہی نہیں کر رہے تو ہم اس ملک میں اچھے حالات کی کیسے توقع کر سکتے ہیں! ہمیں فوجی عدالتوں سے خدشہ ہے کہ یہ سخت سزائیں نافذ کریں گی، اسلام میں بھی سخت سزائیں ہیں لیکن اسلام یہ سزائیں ایک صالح معاشرہ قائم کرنے کے بعد نافذ کرتا ہے۔ اگر آپ نے ایک گلے سڑے اور بداخلاق معاشرے میں سخت سزائیں نافذ کر دیں تو اس کے نتائج ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔

غلامانِ محمد ﷺ عربی کا ملک

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

سرگودھا میں پیش آنے والا ایک واقعہ آج کے پاکستان پر ایک بلیغ تبصرہ ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ چند دن پہلے بھرے بازار میں مخبوط الحواس شخص نے اونچی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ دیا۔ بس پھر کیا تھا! ایک بھگدڑ مچ گئی۔ کئی لوگ زمین پر گر گئے۔ (منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہنے کو ہرگز نہیں!) دکاندار دکانیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لوگوں نے سرعام کلمہ پڑھنے والے کو خودکش حملہ آور سمجھ لیا! بھلا فوجی عدالتیں چالو ہونے کے موسم میں بھرے مجمعے میں یوں کلمہ پڑھ دینا! نہ جانے مخبوط الحواس وہ تھا جس نے کلمہ پڑھا یا وہ تھے جن میں سننے کی تاب ختم کر دی گئی ہے۔ کلمہ صرف مرتے دم ہی پڑھنے کو رہ گیا ہے۔ چپکے چپکے ہی پڑھا جا سکتا ہے ورنہ دہشت گردی کی کوئی نہ کوئی شق لاگو ہونے کا اندیشہ ہے۔ بھاگو، دوڑو، لپکو، دکان بند کر دو!

ایسی ہی ایک تصویر ممنوعہ نفرت انگیز مواد کی تلاشی اور چھاپوں کے ضمن میں کوئٹہ کی چھپی ہے۔ کتابوں کی دکان پر ایک سیکیورٹی اہلکار ہاتھ میں کیلنڈر لیے کھڑا ہے۔ فوکس (Focus) میں اوپر کلمہ طیبہ واضح لکھا ہوا ہے۔ ایک جانب بسم اللہ لکھ رکھی ہے۔ البتہ نیچے ملا عمر کا نام لکھا ہوا ہے۔ (آج تک یہ کہا جاتا رہا کہ افغانستان میں جہاد برحق ہے، پاکستان میں بندوق اٹھانا دہشت گردی ہے۔) اسے بطور خاص نمایاں کرنے میں نفرت انگیزی کا پہلو امریکہ کے لیے تو سمجھ آتا ہے لیکن پاکستان یا پاکستانیوں میں نفرت انگیز مواد کے زمرے میں اسے شامل کیونکر کریں گے؟ کل کلاں صلاح الدین ایوبیؒ، ٹیپو سلطانؒ، سراج الدولہؒ کے نام بھی اسی فہرست میں ہوں گے؟ نصابوں سے تو نکالے جا ہی چکے اور نئی نسل کے تعارف میں اداکاروں کی طویل فہرستیں تو ہیں۔ ٹام کروز، مائیکل جیکسن اور ایتابھ بچن جیسے تو ہیں لیکن کفر کی نیندیں اڑانے والے، شیر کی ایک دن کی زندگی والے، آج گیدڑوں کے ریوڑوں کی صورت جینے والوں کے لیے اجنبی نام ہیں۔ یہ ہے 2015ء کا نیا پاکستان۔

اب معترض اس دین پر ہرزہ سرا ہے۔ جو قدم بہ قدم چلتا دھرنوں کی کوکھ سے جنم لینے کو طے تو پہلے ہی تھا۔ 16 دسمبر کے خونچکاں حادثے کی المناکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکمرانوں کے مجبور ہاتھوں سے تشکیل پایا ہے۔ کلمہ سن کر مخبوط الحواس ہو جانے والا پاکستان۔ اب بقائمی ہوش و حواس ناچ گانا، بھنگڑے ڈال سکتے ہیں۔ کیٹ واک، ڈاگ واک کر سکتے، غل غپاڑے مچا سکتے ہیں۔ کلمہ اونچا پڑھنے کی ہمت صرف مخبوط الحواس کرے گا یا تنگ آمد بجنگ آمد دہشت گرد جو پھٹ جائے۔ میرے اسلام کو اب قصۂ ماضی سمجھو!

چودھری نثار نے فرمایا: سزائے موت ہمارے مذہب کا حصہ ہے۔ (اسی لیے صرف مذہبی لوگوں کو سزائے موت دی جائے گی!) سزائے موت کے لیے لازمی شرط (Qualify ہونے کو) متشرع ہونا بنا دیا گیا ہے۔ اسی لیے سزائے موت کے لیے تیار کردہ گروہ میں سے صولت مرزا کا نام وفاقی حکومت کی فوری مداخلت سے نکال دیا گیا۔ نہ اس بیچارے کی ڈاڑھی، نہ وہ نظریاتی آدمی، پھانسی کے لیے لائے جانے والوں میں غلطی سے چلے جانے والا سیاسی لسانی قاتل تھا۔ لہٰذا نکال لیا گیا۔ ہم نے اچھے برے طالبان کی تفریق ختم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ تاہم اچھے برے قاتل کی تفریق تو رہے گی۔ سو فوجی عدالتوں پر دینی جماعتیں سپریم کورٹ جانے پر تلی بیٹھی ہیں کیونکہ ہدف مذہبی دہشت گردی کی آڑ میں مذہب (یعنی دین اسلام) مدارس بن جانا اظہر من الشمس ہے۔ وگرنہ ملکی امن کی بحالی اگر مطلوب ہو تو ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ جنوبی افریقہ سے کراچی کے 27 ڈاکٹروں کو بھتے کے لیے دھمکی آمیز فون ہوئے۔ ڈاکٹر روپوش، کلینک بند۔ (جنوبی افریقہ میں طالبان نہیں ہوتے)۔ 2014ء میں 17 ڈاکٹر، 2013ء میں 14 ڈاکٹر، 2012ء میں 13 ڈاکٹر کراچی میں قتل ہوئے۔ مگر یہ دہشت گردی نہیں ہے! فوجی عدالتوں کا ہدف نہیں ہے۔ یہ علم، ہنر، صلاحیت کا قتل گراں نہیں ہے، کیونکہ امریکہ کو اس پر ملال نہیں (یہ ملالہ نہ تھے) اس لیے ہم بھی بے ملال کراچی کی ٹارگٹ کلنگ سے منہ موڑے مذہبیوں کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

امریکہ سے محکمۂ خارجہ فوجی عدالتوں پر، آئینی ترمیم پر اظہار اطمینان کر رہا ہے۔ شاندار جمہوریت کا سرٹیفکیٹ دے رہا ہے ہمیں۔ ہماری آزادی کی نیلم پری بہ زبان اقبال...... دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب، کی عملی تصویر بن گئی! (جمہوریت کی وفات پر سینیٹر رضا ربانی رو دیئے اور اعتزاز احسن نے خود اپنی وفات کا اعلان کیا۔ آئین، عدلیہ کی آزادی کی تحریک کا ڈرائیور رخصت ہوا......!) اقبالؒ ہوتے تو پکار اٹھتے...... مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لادیں، کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر......اور یہ کہ......فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر! سو پاکستان اب اسی سیاست کی گرفت میں ہے جسے تھپکی دینے جان کیری خود تشریف لا رہے ہیں!

اس وقت جو دھڑا دھڑ سزائے موت دی جا رہی ہے واضح رہے کہ اگر یہ قرآنی احکام کا حقیقی اتباع ہو تو اہل دین اسے نفاذ شریعت جانیں لیکن اسے ہمارے مذہب کا حصہ قرار دینے والی حکومت نے سود (جس کے خلاف قرآن نے اللہ و رسول ﷺ کا اعلان جنگ فرمایا ہے) کے شرعی حکم پر عمل درآمد سے گریز کرتے اسے عدالتی سردخانے میں سالہا سال سے ڈال رکھا ہے۔ یہ عین وہی طریق کار ہے جس پر اللہ پوچھتا ہے: تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ (البقرۃ:85) جس سیاق و سباق میں یہ آیت ہے اسے بھی پڑھ دیکھئے۔ قرآن کے آئینے میں ہماری صورت یہود سے مشابہ ہے! لہٰذا قرآن/اسلام کو معاف رکھئے۔ استدلال کے لیے اس کا سہارا بہت بھاری پڑے گا۔ اسلام میں سزائیں، قوانین جرم و سزا سب دین ہیں۔ اسے دین اللہ کہا گیا ہے۔ (النور:2) صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حجاب دین نہیں، مملکت کا قانون بھی دین ہے۔ اگر نماز قائم ہو ملک میں (جو نہیں ہے بصورت نظام) اور قانون شریعت (مکمل) قائم نہ ہو تو مملکت کا دین ادھورا ہے۔ پھر چونکہ یہ سزائیں دین اللہ ہیں (جس میں فاطمہؓ بنت محمد ﷺ اور فاطمہ مخزومی میں فرق نہیں رکھا گیا) اس لیے سزائیں اجڈ جلادوں سے کبھی نہیں لی گئیں۔ نبی ﷺ کے ہاں سیدنا علیؓ، حضرات زبیرؓ، مقداد بن عمروؓ، محمدؓ بن مسلمہ، جیسے جلیل القدر اور معززین یہ دینی فریضہ انجام دیتے تھے۔ (باقی صفحہ 14 پر)

فوجی عدالتوں کا قیام

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی:
نذیر احمد غازی (معروف قانون دان)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: محمد خلیق

سوال : کیا فوجی عدالتوں کا قیام موجودہ عدالتی نظام پر عدم اطمینان نہیں ہے؟

نذیر احمد غازی : ایک لحاظ سے آپ کی بات یقیناً درست ہے۔ بنیادی طور پر ہمارے آئین کے تین ستون ہیں: عدلیہ، انتظامیہ اور مقنّنہ۔ آئین کے بنیادی ڈھانچے میں بظاہر فوجی عدالتوں کی گنجائش نہیں ہے لیکن ملک کے موجودہ حالات میں، جنہیں ایک طرح کی ایمرجنسی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، یہ عدالتیں بن گئی ہیں۔

سوال : سپریم کورٹ بلڈنگ کی پیشانی پر لکھا ہے: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ جبکہ ہائی کورٹ بلڈنگ کے اُوپر لکھا ہوا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ اگر ہماری عدالتیں قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرتیں تو کیا ان فوجی عدالتوں کی نوبت آتی؟

نذیر احمد غازی : ہم نے تو اپنے ملک میں اسلامی قانون اور اسلامی نظام کا نفاذ کیا ہی نہیں۔ جو نظام نافذ کیا گیا ہے، عدالتیں اسی کے مطابق فیصلے کریں گی۔ ہم تو آج تک اپنی قومی زبان کو نافذ نہیں کر سکے، اسلام تو بہت بڑی بات ہے۔ آج بھی ہمارا عدالتی نظام انگریزی پر چلتا ہے اور یہی زبان ہمارے ملک میں قابلیت کی نشانی ہے۔ جو آدمی یہاں اُردو بولتا ہے اسے دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔ ہماری عدالتوں میں بھی یہی صورتِ حال ہے۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ اُردو بولی جائے۔ حال ہی میں جسٹس جواد ایس خواجہ نے کہا ہے کہ ہمیں اُردو کو اہمیت دینی چاہیے، اور انہوں نے ایک فیصلہ بھی اُردو میں لکھا ہے۔

ایوب بیگ مرزا : ہمارے ہاں دو طرح کے مقدمات ہوتے ہیں: فوج داری اور دیوانی۔ مجھے نہیں پتہ کہ یہ نام ''دیوانی'' کیوں رکھا گیا ہے، لیکن ایک بات پکی ہے کہ یہ بندے کو دیوانہ کر دیتے ہیں، یعنی فیصلہ آنے تک بندہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اس طرح سست روی سے فیصلے ہوتے ہیں؟ میرے ایک دوست کا اسی طرح کا معاملہ تھا کہ دادا نے مکان کا مقدمہ کیا اور پوتے کے وقت میں اس مکان کا فیصلہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عدلیہ کے مینڈیٹ میں یہ بات بھی آتی ہے کہ وہ لوگوں کو تیز رفتاری کے ساتھ انصاف فراہم کرے۔

نذیر احمد غازی : ہمارے ملک میں جو تشدد کی لہر شروع ہوگئی ہے اور تخریب کاری پروان چڑھ رہی ہے، ان حالات میں ہماری سول عدالتیں جراٴت ہی نہیں کر سکتیں اور ان کے لیے فیصلے سنانے بڑے مشکل ہوتے جا رہے ہیں۔ میرے ایک دوست خصوصی عدالت کے جج تھے اور وہ دہشت گردی کے مقدمات سنتے تھے۔ اچانک انہوں نے استعفادے دیا۔ بعد میں میرے استفسار پر انہوں نے کہا کہ کیا کروں، لوگوں نے مجھے میری فیملی کی تصویریں دکھا کر دھمکایا کہ ان کی زندگی محفوظ نہیں ہے۔ تو اسی وجہ سے فوجی عدالتیں بنانے کا جواز پیدا ہوا کہ ان کے ذریعے فوری انصاف ملے گا۔

سوال : دہشت گردوں کو سزا نہ ملنے میں کیا حکومت اور انتظامیہ بھی ذمہ دار ہے؟

ایوب بیگ مرزا : یقیناً طور پر اس میں صرف عدالتیں ذمہ دار نہیں ہوتیں بلکہ حکومت بھی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ ابھی غازی صاحب نے بتایا کہ ایک جج نے بچوں کی حفاظت کی خاطر استعفادے دیا تو ان کے بچوں کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت کا کام ہے۔

نذیر احمد غازی : ہمیں اس ملک میں پورے نظام اور معاشرے میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ قائداعظم کے بعد اس ملک میں جتنی حکومتیں آئیں، بدقسمتی سے ان کی پالیسی ڈنگ ٹپاؤ رہی ہے۔ حکمران چاہتے ہیں کہ ان کا اقتدار کسی طرح طویل ہو جائے۔ انھیں اپنی کرسی بچانی ہوتی ہے۔ اس کے لیے وہ کسی سے بھی ہاتھ ملا سکتے ہیں۔ آج تک مجھے ملکی مفادات کے لیے سوچنے والا کوئی حکمران نہیں ملا۔

ایوب بیگ مرزا : ہمارے حکمرانوں کی بعض اوقات مشتبہ افراد کے ساتھ تصاویر ہوتی ہیں۔ ہمارے سیاست دانوں کو بعض اوقات ایسے لوگوں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے جن کے لیے کسی کو قتل کر دینا کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوتا۔

نذیر احمد غازی : چونکہ فوج کو تفتیش کی ذمہ داری نہیں دی گئی ہے، پولیس ہی کو تفتیش کر کے مقدمہ فوجی عدالت میں پیش کرنا ہے، اس لیے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حکومت جس کیس کو ریفر کرے گی وہی مقدمہ سنا جائے گا۔ پچھلے دنوں لاہور میں ایک شیخ الحدیث، جو ٹانگوں سے معذور ہیں، ان کو پولیس اُٹھا کر لے گئی اور ان پر دہشت گردی کا مقدمہ چلا دیا گیا۔ پولیس اگر اس طرح کے کام کرے گی تو اس کا نتیجہ بالکل اچھا نہیں نکلے گا۔ فوجی عدالت میں مقدمہ جس طرح بنا کر بھیجا جائے گا، وہ اسی کے مطابق فیصلہ دے گی۔ میں نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں فوجی عدالتوں میں بطور لاء آفیسر کام کیا ہے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے، اُس دور میں میرے پاس ایک صحافی کا مقدمہ پیش ہوا تھا اور میں نے اسے بری کروایا تھا۔ آج وہ صحافی بزرگی کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ ضیاء الحق کے دور میں فوجی عدالت میں مجھ پر ایک جھوٹا مقدمہ بنا تھا جس میں آپ نے میری بڑی مدد کی تھی اور مجھے بری کروایا تھا۔ میں کافی دیر سے آپ کی تلاش میں تھا، آج آپ مل گئے۔ اس کے دو بیٹے جو ایم ایس سی ہیں، وہ بھی ساتھ تھے۔ اس نے ان سے کہا کہ اگر یہ نہ ہوتے تو آج میں زندہ نہ ہوتا، پھانسی لگ گیا ہوتا۔ مجھے ڈر ہے کہ اس طرح کے معاملات اب بھی ہوں گے۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تفتیش کے لیے بھی سپیشل ٹیمیں تشکیل دی جائیں، جن میں دیانت دار لوگ ہوں اور وہ صحیح مقدمہ بنا کر بھیجیں۔ حکومت کا معاملہ تو یہ ہے کہ بڑے سے بڑا دہشت گرد اگر کسی سیاست دان کا دوست ہوگا تو اس کا مقدمہ فوجی عدالتوں میں کبھی نہیں جائے گا۔

ایوب بیگ مرزا : ہمارے ہاں پولیس اور انتظامیہ کی جس طرح کی تربیت ہے، جس طرح یہاں جھوٹی شہادتوں کی ایک تاریخ ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے اگر دیکھیں کہ ایک فوجی افسر عدالت لگائے اپنے دفتر میں بیٹھا ہے، پولیس کسی شخص کو گھر سے اُٹھا کر لے جاتی ہے اور فوجی عدالت

میں پیش کرتی ہے کہ اس کو ہم نے جہاں دھماکہ ہوا تھا وہاں وقوعہ سے گرفتار کیا ہے تو فوجی افسر کو کوئی الہام نہیں ہونا کہ پولیس افسر غلط کہہ رہا ہے۔ لہٰذا اس طرح کا ٹرائل اس لحاظ سے نقصان دہ رہے گا کہ بہت سے بے گناہوں اور معصوم لوگوں کو بھی سزا ہو سکتی ہے۔ ہمارے دین (اسلام) میں تو یہ حکم ہے کہ چاہے سو ملزم اس بنیاد پر چھوڑ دیے جائیں کہ شک تھا یا کیس ثابت نہیں ہو سکا، یعنی ان کو شک کا فائدہ دے دیا جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی ایک بے گناہ کو سزا دی جائے۔ میری رائے یہ ہے کہ فوجی عدالتیں قائم نہ کی جائیں بلکہ سول عدالتی نظام کی اصلاح کی جائے۔ ورنہ یہ ڈھانچہ گرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ فوجی عدالتوں کا نظام ناکام ہو جاتا ہے تو پھر ہمارے پاس اگلا آپشن کیا ہوگا؟ حکومت کہتی ہے کہ ہم چھلنی لگا کر آگے کیسز بھیجیں گے۔ آپ کو موجودہ حکومت اور سابقہ حکومتوں کے رویے معلوم ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے سیاسی دشمن کون ہیں۔ تو اس لحاظ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

سوال : **ہمارے عدالتی نظام میں جھوٹی شہادت انصاف کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر یہی رویہ فوجی عدالتوں میں بھی چلتا رہا تو انصاف کیسے ملے گا؟**

نذیر احمد غازی : ہمارے تفتیشی نظام میں کام کرنے والے زیادہ تر لوگ دیانت دار اور ایمان دار نہیں ہیں۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر وزیر اعلیٰ نے حکم دے دیا کہ 24 گھنٹے کے اندر مجرم نہ پکڑا گیا تو میں ایس پی کو معطل کر دوں گا، تو پولیس سڑکوں پر بیٹھے نشئی لوگوں میں سے کسی کو اُٹھا لاتی ہے، اسے ڈرایا دھمکایا یا لالچ دیا جاتا ہے اور وہ جرم کا اقرار کر لیتا ہے، جس کے بعد اسے مجرم کے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تفتیشی نظام میں دیانت دار اور competent لوگ آئیں۔ اگر پولیس کے موجودہ سیٹ اَپ سے تفتیش کرانی ہے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ ایسی صورتِ حال میں فوجی عدالت کے پاس کوئی طریقہ کار نہیں ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو الگ کر سکے۔ اگر فوجی عدالتیں ناگزیر ہیں تو پھر اس کے ساتھ تفتیشی نظام میں بھی تبدیلیاں لانے کی اشد ضرورت ہے۔

دوسرے، ہمارا یہ concept ہی غلط ہے کہ اگر فوجی عدالتیں آئیں گی تو دہشت گردی ختم ہو جائے گی۔ درحقیقت کرنے کا کام یہ ہے کہ دہشت گردوں کو جہاں سے فکر ملتی ہے ان کو ٹارگٹ کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مدارس کے مالی معاملات کو چیک کرنا چاہیے اور ان کا بھی آڈٹ ہونا چاہیے۔ اسی طرح این جی اوز پر بھی نظر رکھیں۔ دہشت گردی کی دو وجوہات ہیں: ایک مالی اور دوسری فکری۔ دہشت گردوں کو یہ نظریہ دیا جاتا ہے کہ جو تم کر رہے ہو، یہ جہاد ہے۔ اس میں جان جائے گی تو سیدھے جنت میں جاؤ گے۔ اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی جس طرح خودکشی کرتا ہے، دوزخ میں اسے اسی طرح کی سزا ملے گی۔ کسی بھی بے گناہ انسان کو مارنا پوری انسانیت کا قتل ہے۔ قرآن حکیم اس کی قطعی اجازت نہیں دیتا۔

ایوب بیگ مرزا: میں اس حوالے سے دو باتیں عرض کروں گا۔ دہشت گردی کے واقعات میں مدارس کے کچھ لوگوں کا بھی ہاتھ ہوگا لیکن اس حوالے سے جتنی بڑی وارداتیں ہوئی ہیں ان میں یونیورسٹیوں سے پڑھے ہوئے افراد ملوث تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ کالج اور یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس طرف راغب ہوئے ہیں۔ ہم مدارس کی وکالت نہیں کر رہے۔ ہمارا دین بلاوجہ کسی انسان یہاں تک کہ کسی جانور کو بھی مارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ دہشت گردی کے واقعات کو سمجھنے کے لیے پس منظر میں جانا ہوگا۔ پچھلے بارہ سال سے ہمارے قبائلی علاقوں میں جس طرح ڈرون حملوں کے ذریعے بمباریاں ہوئی ہیں، یقینی طور پر اس میں بہت سے معصوم لوگ بھی شہید ہوئے ہیں۔ ان کے گھر تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ تو اس کے ردِّعمل میں بھی یہ واقعات ہوتے ہیں۔ دراصل پہلے یہ بمباریاں اور حملے کرواتے ہیں اور پھر انہی لوگوں کو ''را''، ''موساد'' اور ''سی آئی اے'' والے پیسے دیتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے، اب تم اس کا بدلہ لو۔ اس لیے ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن اسباب کی بنیاد پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے، ان کو بھی سامنے رکھیں۔ اگر ان کے واقعی کوئی genuine مسائل ہیں تو ان کو حل کرتے ہوئے اس معاملے کو افہام و تفہیم کی طرف لانا چاہیے۔ تشدد سے قبائلیوں کے معاملات کبھی حل نہیں ہوئے۔

سوال : **دہشت گردوں کے حملوں سے نقصان ہوتا ہے اور اس کے مداوے کے لیے فوجی عدالتیں بنا دی گئیں۔ ان حملوں میں معصوم لوگ بھی مرتے ہیں، انھیں انصاف کیسے ملے گا؟**

نذیر احمد غازی : امریکہ نے ڈرون حملہ کیا اور اس میں معصوم لوگ شہید ہو گئے۔ اس کے جواب میں اگر پاکستان کے بے گناہوں پر حملہ کر دیا جائے اور انھیں مار دیا جائے تو یہ بدلہ برابر نہیں ہوگا۔ ہمارے سوشل میڈیا پر اس طرح کی بات چل رہی ہے کہ کچھ لوگ ان سارے واقعات کا ذمہ دار پاکستان کے وجود ہی کو قرار دے رہے ہیں۔ یہ پرچار کیا جا رہا ہے کہ پاکستان بنا ہی غلط تھا، ان ساری برائیوں کی وجہ پاکستان کا قیام ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے بڑا کام کیا ہے۔ ان کی جو تحریریں میری نظر سے گزری ہیں، وہ کمال کی تحریریں ہیں۔ پاکستان اکیلے قائداعظم نے نہیں بنایا تھا بلکہ ان کے ساتھ بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی شامل تھے۔ قائداعظم کوئی عام وکیل نہیں تھے۔ ان کے بارے میں پیر جماعت علی شاہؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے اسے اپنی مسجد کا خطیب مقرر نہیں کیا بلکہ اپنا وکیل بنایا ہے۔ قائداعظم کے ساتھ بڑے بڑے دینی لوگوں نے مل کر پاکستان بنایا تھا۔ آپ جو فرما رہے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس کا ایک حل انتظامی سطح پر یہ ہے کہ دیانت دارانہ تفتیشی نظام ہو۔ فوجی عدالتیں بن گئی ہیں، اب صحیح تفتیش کر کے مقدمہ آگے بھیجیں۔ مجھے تو اس میں کئی کمزوریاں نظر آ رہی ہیں۔ نظریاتی اور فکری محاذ پر کرنے کا کام یہ ہے کہ ملک کے سارے علماء کو جمع کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ مدارس میں اس فکر کو ختم کروائیں۔ واضح طور پر یہ بتایا جائے کہ جو آدمی دہشت گردی میں ملوث ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کفریہ فعل ہے۔ اس عمل میں سارے مسالک کے نامور علماء شریک ہوں۔ حکومت ان کی کونسل بنائے اور اس کے ذریعے یہ کام کیا جائے۔

سوال : **کیا 21ویں آئینی ترمیم آئین کے بنیادی ڈھانچے سے متصادم نہیں ہے؟**

نذیر احمد غازی : یہ اب عدالتیں دیکھیں گی۔ یہ ترمیم چیلنج ہوگی تو وہاں پر دیکھا جائے گا۔ اس حوالے سے عدالتیں ہی فیصلہ دے سکتی ہیں۔ تاہم اسمبلی کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ آئین میں کوئی بھی تبدیلی کر سکتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: پارلیمنٹ کو ترمیم کا حق ہے لیکن وہ کوئی ایسی ترمیم نہیں کر سکتی جو آئین کے بنیادی ڈھانچے کو بدل کر رکھ دے۔ اس کا فیصلہ عدالتیں ہی کریں گی۔ اگر اس ترمیم سے آئین کا بنیادی ڈھانچہ متاثر ہو رہا ہے تو کورٹ اسے غیر آئینی قرار دے سکتی ہے۔ اس ترمیم میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جو شخص مذہب کی بنیاد پر ہتھیار اُٹھائے گا اس کو دہشت گردی کے جرم میں فوجی عدالتوں میں بھیجا جائے گا، یہ بہت بڑی زیادتی والی بات ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی اور بنیاد مثلاً علاقائی، لسانی وغیرہ کی بنیاد پر ہتھیار اُٹھائے گا تو کیا وہ مجرم نہیں ہوگا؟ اس پر مولانا فضل الرحمٰن نے بہت اچھا stance لیا ہے کہ اس میں سے مذہب کا لفظ نکالا جائے۔ ہونا یہ چاہیے کہ کسی شہری کو بندوق اُٹھانے کا حق ہی نہیں ہے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کس کو پھانسی ہونی ہے اور کون بری ہوگا۔ اس ترمیم میں یہ ہونا چاہیے تھا کہ جو شخص بھی ایسا کام کرے گا جس سے انسانی جانیں تلف ہوں تو اس کے خلاف مقدمہ فوجی عدالت میں چلے گا۔

(باقی صفحہ 9 پر)

سول یا فوجی عدالتوں کی بجائے شرعی عدالتیں قائم کی جائیں

دہشت گردوں کے اصل حامی سزائے موت پر پابندی لگانے والے ہیں

آئین کے تحت تو قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بن سکتا، فوجی عدالتیں کیسے بن سکتی ہیں؟

نااہل حکمرانوں نے امریکی دباؤ پر لاکھوں مساجد اور مدارس کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اس کے اسباب کو ختم کرنا ہوگا۔ پاکستان کی سالمیت کا انحصار حقیقی اسلام کے نفاذ میں ہے

''کیا فوجی عدالتوں کا قیام ناگزیر تھا؟''

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام مذاکرے سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، فرید احمد پراچہ، اعجاز چودھری، نذیر احمد غازی اور علامہ ابتسام الٰہی ظہیر کا خطاب

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام قرآن آڈیٹوریم لاہور میں 11 جنوری 2015ء کو ایک مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ موضوع تھا ''کیا فوجی عدالتوں کا قیام ناگزیر تھا؟'' مذاکرہ میں دینی و سیاسی جماعتوں کے جن رہنماؤں اور اہل دانش نے حصہ لیا، ان میں ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (جماعت اسلامی)، اعجاز چودھری (پاکستان تحریک انصاف) سابق جسٹس نذیر احمد غازی اور علامہ ابتسام الٰہی ظہیر شامل تھے۔ پروگرام کی صدارت امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے فرمائی۔

مقررین نے اپنی گفتگو میں یہ بات زور دے کر کہی کہ فوجی عدالتیں آئین کے بنیادی ڈھانچے سے متصادم ہیں۔ سول یا فوجی عدالتوں کی بجائے شرعی عدالتیں قائم کی جائیں۔ موجودہ پارلیمنٹ قانون ساز اسمبلی ہے، آئین ساز اسمبلی نہیں۔ حکومتی نااہلی سے فوج کا اونٹ اپنا سر خیمے میں داخل کر چکا ہے۔ یہ عدالتیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتیں۔ اس لئے بھی کہ ان میں مجرم کو اپیل کا حق بھی نہیں دیا گیا جبکہ اپیل کا حق نظام عدل کا لازمی حصہ ہے۔ فوجی عدالتوں کا قیام آئین سے ماورا اور جمہوریت کی نفی ہے۔ مقررین نے اسلامی شرعی عدالتوں کے قیام پر زور دیا تاکہ معاشرے سے تفریق اور ناانصافی کا خاتمہ ممکن ہو اور ہر کسی کو بلا امتیاز انصاف مہیا کیا جا سکے۔ مقررین نے کہا کہ دہشت گردوں کے اصل حامی ملک میں سزائے موت پر پابندی لگانے والے ہیں۔ اسلام کا کوئی نام لیوا دہشت گردی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ مجرموں کو سزا نہ ملنا نظام کی ناکامی ہے۔ فوجی عدالتوں کے قیام میں فرد جرم عائد کرنے کے حوالے سے کئی شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ پاکستان کے موجودہ حالات میں فوجی عدالتوں کو کیس بھیجنے والی اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے ریٹ بڑھ جائیں گے۔ آئین کے تحت تو ملک میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بن سکتا، پھر فوجی عدالتوں کا قیام کیسے ممکن ہے؟ اور اگر مسائل کا حل فوجی عدالتیں ہیں تو یہ بلوچستان میں کیوں نہیں، جہاں ریاستی اداروں اور حساس تنصیبات پر مسلسل حملے ہو رہے ہیں۔ مقررین نے کہا کہ مدارس کو نشانہ بنانا عالمی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ 9/11 کے بعد مسلمانوں میں بیداری کی لہر مغرب کو ہضم نہیں ہو رہی۔ اسلام کے سیاسی اور معاشرتی نظام کو سامراج قبول نہیں کرتا۔ پوری دنیا میں اس وقت سیکولر عناصر کی تخریب کاریاں عروج پر ہیں۔ علاوہ ازیں دنیا بھر کے میڈیا (بشمول پاکستانی میڈیا) نے آزادی اظہار رائے کے نام پر جھوٹ کو فروغ دیا اور سیکولر اقدار کے فروغ اور اسلامی نظریہ اور اقدار کے خلاف ذہن سازی کرنے میں گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں پر اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے آئینی وقانونی راستے بند کر دیے گئے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کو مدافعتی رویہ اپنانے کی بجائے جراتمندانہ انداز میں قرآن وسنت کے احکامات کو واضح کرنا اور حقیقی اسلام کے لئے آواز بلند کرنا ہو گی۔ نظریاتی لوگ حکومتی دباؤ سے کبھی خائف نہیں ہوا کرتے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ائمہ کرام نے کبھی حکومتی دباؤ قبول نہیں کیا۔ ماضی میں مساجد ومدارس کی تعلیمات کے ذریعے مسلم معاشروں میں ریاستوں کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ ہمارے نااہل حکمرانوں نے امریکی دباؤ پر لاکھوں مساجد اور مدارس کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے۔ مقررین مذاکرہ نے اس بات پر مکمل اتفاق کیا کہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کا اصل ہدف اسلام اور مسلمان ہیں۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے دہشت گردی کے اسباب کو ختم کرنا ہوگا۔ پاکستان کی سالمیت کا انحصار حقیقی اسلام کے نفاذ میں ہے اور اسلام کے سوا کوئی نظام ملک کے حالات درست نہیں کر سکتا۔

جناب فرید احمد پراچہ نے مباحثہ میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ ماضی میں بھی فوجی عدالتیں ڈی لیور کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ حکومت نے ایک مرتبہ پھر فوجی عدالتوں کے قیام کے لئے آئین میں ترمیم کر دی ہے۔ ماضی میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو ملٹری کورٹس ہی نے سزا سنائی تھی۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا موجودہ نظام ناکام ہو چکا تھا، فرید احمد پراچہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ نظام ناکام نہیں ہوا تھا، یہ طاقتور تھا۔ اسی لئے تو اس سسٹم نے نیکٹا، پی او پی وغیرہ بنائے۔ جناب اعجاز چودھری نے مذاکرے میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ عدلیہ ناکام نہیں ہوئی، بلکہ حکومت کو اپنی الٹی رٹ

قائم کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کہ وہ ملک بھر میں سزائے موت کے آٹھ ہزار قیدیوں کے حوالے سے سزائے موت کے احکام نہ دے سکی۔ انہوں نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ سزائے موت کے منتظر آٹھ ہزار افراد میں سے صرف پرویز مشرف کیس کے سات مجرموں ہی کو پھانسی دے دی گئی ہے۔ سابق جسٹس نذیر احمد غازی نے کہا کہ ملٹری کورٹس کے بارے میں پٹیشن سپریم کورٹ میں ہے۔ لہٰذا وہ اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے کہا کہ میں خود پہلے ملٹری کورٹس میں کام کر چکا ہوں، لیکن میں اِس امر سے آگاہ نہیں ہوں کہ قانون میں ان عدالتوں کے قیام کی گنجائش ہے یا نہیں ہے۔ علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے کہا کہ ریاستی ادارے صحیح طور پر کام نہیں کر رہے ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ اداروں کو مضبوط بنایا جائے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فوجی عدالتوں کے قیام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کا مسئلہ اُس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک اِس کی بنیادی وجوہ اور اسباب کا ادراک نہ کیا جائے۔ انہوں نے دہشت گردی کی وجوہات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میڈیا کو فری ہینڈ دیا گیا جس کا وہ ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اینکر حضرات سیکولرازم کے داعی بنے ہوئے ہیں۔ میڈیا نے مولانا صوفی محمد کے متعلق جھوٹ بولا۔ انہوں نے کہا کہ بجائے اِس کے ہم ملک میں قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی قوانین کا نفاذ کرتے، ہم نے آزادی کے بعد سے اب تک برطانوی قانون کو اپنائے رکھا ہے۔ موجودہ زوال وانحطاط اور ابتری کے ہم سب ذمہ دار ہیں۔ اِس لئے کہ بحیثیت قوم ہم اسلام نافذ نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم دہشت گردی، بے چینی اور بدامنی جیسے مسائل کا شکار ہیں۔ انہوں نے حکمرانوں اور دینی وسیاسی رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ نفاذ اسلام کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ اسلام ہی ملک کے تمام مسائل کا حل ہے۔ اس کے نفاذ ہی سے بحرانوں کا خاتمہ ہوگا۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا کہ ہمارا المیہ یہ ہے کہ قوم کو ذمہ داری کا احساس تک نہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا اور اسلام کا نفاذ ہم سب کی ذمہ داری ہے، جس سے عہدہ برا ہوکر ہی ملک وقوم کو دہشت گردی اور لاقانونیت سے نجات دلائی جاسکتی اور اُسے ایک روشن مستقبل کی طرف گامزن کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

بقیہ : کار تریاقی

تارا مسیح برادری سے حدود شرعیہ کا نفاذ......؟ چہ خوب است! جس پر شاباش امریکہ یورپ سے مل رہی ہے۔

آخری فیصلہ سپریم کورٹ کو دینا ہے۔ دینی جماعتوں، بار ایسوسی ایشنز نے سپریم کورٹ سے رجوع کا فیصلہ کیا ہے۔ وکلاء سراپا احتجاج ہیں۔ پہلے ہی فکری جبر و استبداد کی یہ جنگ دنیا بھر میں اپنے نتائج دکھا رہی ہے۔ امن عالم اس کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔ آزادیٔ اظہار کے نام پر امت مسلمہ کی دکھتی رگ سے کھیلا گیا۔ بار بار شعائر اسلام کی بدتہذیبی کے آخری درجے پر جا کر بے حرمتی کی گئی۔ ہمیں محتاط رہنا ہے۔ (اگرچہ فرانس میں گستاخ رسول جریدے پر حملے کو 3 دن عالمی میڈیا نے دن رات دکھایا۔ ہمارے ہاں تقریباً اخفاء ہی برتا گیا۔ ایسی تدابیر مسائل کا حل نہیں!) پشاور کے المناک واقعے پر بلا استثناء سب ہی نے اظہار مذمت، اظہار غم اور ہمدردی کر دیا تھا۔ اس کا کوڑا بنا کر مذہبی طبقات کو پیٹا گیا تو آگ بھڑکے گی۔ ایسے ہی ایک موقعے پر سید مودودیؒ نے کہا تھا: یہ غلامانِ محمد عربی ﷺ کا ملک ہے مارکس اور لینن کا نہیں۔ آج بھی یہ ملک وہی ہے...... بش اور اوباما کا نہیں!

بقیہ: دہشت گردی کے خلاف قومی لائحہ عمل

کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کا مقصد ہمارے اعصاب کا امتحان لینا ہے۔

ہمارا اندرونی معاشرتی تصادم الجھاؤ کا شکار ہے۔

اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے تمام وسائل اور تمام تر توانائیوں کو بروئے کار لا کر سب سے پہلے ایسے اقدامات کریں جن سے ہمارے قومی نظریہ حیات کا دفاع ممکن بنایا جاسکے جس کی تشریح آئین میں یوں کی گئی ہے: پاکستان کا نظام حکومت جمہوری ہوگا جس کی بنیادیں قرآن وسنت کے اصولوں پر قائم ہوں گی۔ اس کے باوجود ہم نے جمہوریت کو توقیت دیتے ہوئے قرآن وسنت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ نہ ماضی کی کسی حکومت کو اتنی توفیق ہوئی ہے اور نہ موجودہ حکومت ہی کو کہ وہ ملک کی نظریاتی سرحدوں کو مستحکم کرنے کے اقدامات کرتیں اور نہ ہماری دینی جماعتوں ہی کو اس بات کی فکر ہے۔ اگر یہ صورت حال ایسی ہی رہی اور ہم نے اپنی بقاء کا مرکز خدائے وحدہٗ لاشریک کا نظام نہ اپنایا اور اس کے برعکس شخصی آزادی کے طرفدار روشن خیالی کے نظام جو خدا کو نہیں بلکہ انسان کو فوقیت دیتا ہے پر چلتے رہے تو ہمیں آئین میں بائیسویں ترمیم کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک اور آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے کی ضرورت پڑے گی اور ہماری پارلیمنٹ اسی طرح کمال مروت سے اس کی بھی منظوری دے دے گی۔ شاید موجودہ گھمبیر صورت حال سے بآسانی نکلنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ اس کے بعد پاکستان کا نام بدل کر عوامی جمہوریہ پاکستان، رکھنا بھی ممکن ہو جائے گا۔ بنگلہ دیش کی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے لیکن پاکستان کا معاملہ بہت مختلف ہے کیونکہ خدانخواستہ ہمارا ملک پارہ چنار کی طرز کی ایک علاقائی رزم گاہ نہ بن جائے جس کا انجام یوگوسلاویہ جیسا ہونے سے روکنا مشکل ہوگا۔

☆☆☆

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام مذاکرے سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، جسٹس نذیر احمد غازی، اعجاز احمد چوہدری، ابتسام الٰہی ظہیر اور مرزا ایوب بیگ خطاب کر رہے ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف قومی لائحہ عمل

مرزا اسلم بیگ

ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے جو16 دسمبر2014ءکو اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی تھی ایک بیس نکاتی لائحہ عمل اختیار کیا جا رہا ہے جو آئین پاکستان میں کی جانے والی اکیسویں ترمیم کا مرہون منت ہے۔ بلاشبہ سانحہ پشاور نے پوری قوم کو دکھ اور غم و غصے کی انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مناسب تادیبی اقدامات اٹھانا ایک فطری ردعمل ہے۔ لیکن بعض اوقات غم و غصے کی کیفیت میں انسان جو اقدامات کرتا ہے ان کے منفی نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال 9/11 کے بعد امریکہ کی جانب سے اٹھائے جانے والے اقدامات ہیں، جن کی رو سے انہوں نے افغانستان پر دھاوا بول کر قبضہ کر لیا لیکن اسے سوائے تباہی، بربادی اور ندامت کے کچھ نہ ملا۔ مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ کی پالیسی کا محور دو غلط نظریات تھے۔ ایک یہ کہ اس کے خیال میں تمام مسائل سے عسکری طاقت کے بل بوتے پر نمٹا جا سکتا ہے، اور دوسرے یہ کہ امریکی پالیسی سازوں نے جو حکمت عملی مرتب کی ہے وہ حتمی طور پر درست تھی۔ ہمارے قائدین نے جو لائحہ عمل اختیار کیا ہے، وہ بھی ایسی ہی سوچ کا عکاس ہے۔

اس قومی لائحہ عمل میں طاقت کا مرکز فوج کو قرار دیا گیا ہے جس کی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے اپنی نااہلی اور خراب کارکردگی کا کھلے عام اعتراف کر لیا ہے۔ کارکردگی کے حوالے سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا اور نتیجتاً 1976 اور 1998 جیسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں جب منتخب حکومتوں نے مجبوراً فوجی عدالتیں قائم کیں، مگر جلد ہی عدلیہ نے انہیں ختم کر دیا۔ لیکن جب فوج نے حکومت پر شب خون مارا تو اسی عدلیہ نے فوجی حکومت کے قیام کو نظریہ ضرورت قرار دیا تھا۔ آج فوج پر پہلے ہی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ حالیہ اقدامات سے فوج پر اضافی بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور یہ اضافی بوجھ فوج اور حکومت دونوں کی ساکھ کو متاثر کر سکتا ہے۔ فوجی عدالتوں پر ہی سارا زور صرف کیا جا رہا ہے حالانکہ اس میں ذرا شک نہیں کہ فوج قوم کے اعتماد پر پورا اترے گی لیکن دیگر انیس (19) نکات کا کیا ہو گا؟ ان پر کس طرح عمل درآمد ہو گا؟ قوم کی امیدوں کو زندہ رکھنے کے لئے فرشتے تو معاملات سدھارنے نازل نہیں ہوں گے! فوج کو دیے جانے والے اختیارات عدلیہ کی سبکی کے مترادف ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ قومی لائحہ عمل میں ایسے اقدامات تجویز کئے جاتے جن سے عدل و انصاف کی فراہمی کے نظام میں بہتری آتی اور کرپشن پر قابو پانے میں مدد ملتی لیکن اختیار کئے جانے والے اقدامات سے تو الٹا دونوں اداروں کی ساکھ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ چونکہ یہ عدلیہ کی آزادی کا معاملہ ہے اور اگر اعلیٰ عدلیہ اسے آئین کے بنیادی ڈھانچے اور اصولوں سے متصادم سمجھتی ہے تو وہ اس آئینی ترمیم کے خلاف کارروائی کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

پارلیمنٹ نے آل پارٹیز کانفرنس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اسے اختیار دے دیا کہ وہ آئین میں کی جانے والی اکیسویں ترمیم کا مسودہ تیار کرے اور پھر اس ترمیم کو ایک ہی نشست میں بغیر کسی بحث کے منظور بھی کر لیا گیا۔ اگر کسی جانب سے مخالفت کا خدشہ تھا تو ایسے لوگوں کو اجلاس سے غیر حاضر رکھنا ہی مناسب سمجھا گیا۔ بلاشبہ اس قسم کے حساس نوعیت کے قومی معاملات سے نمٹنے کا یہ آسان ترین راستہ ہے جو ہماری منتخب پارلیمنٹ کی حیثیت پر ایک سوالیہ نشان ہے جس نے نہ صرف اپنی ناکامی اور نااہلی کا اعتراف کر لیا بلکہ اپنی خودمختاری سے بھی دستبردار ہو گئی ہے، جو ایک منتخب جمہوری نظام میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

آئینی تشریح کے لحاظ سے دہشت گرد اور قانون شکن ایسا شخص کہلاتا ہے جو قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بغیر کسی آئینی اختیار کے کسی دوسرے فریق کو سزا دے۔ حالانکہ قومی لائحہ عمل میں دہشت گردوں کی تشریح نہیں کی گئی لیکن 34 آئین شکن تنظیموں کو اکیسویں ترمیم کی گرفت میں لایا گیا ہے جبکہ 16 آئین شکن تنظیموں کو آزاد کر دیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مذہب ہی پاکستان میں دہشت گردی کی بنیاد ہے۔ ایسی سوچ ایک مذموم ذہنیت کی عکاس ہے۔ اسی سوچ کے سبب ہمارا معاشرہ لبرل، سیکولر، روشن خیال، قوم پرست اعتدال پسند اور مذہبی جماعتوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ ملک میں لبرل اور سیکولر طبقات کی اکثریت ہے اور انہیں سیاست میں بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ اعتدال پسند طبقہ اگرچہ موجودہ حکومت کی نمائندگی کرتا ہے لیکن کمزور ہے اور فیصلہ سازی کے عمل میں کمزور ہے۔ قوم پرست طبقات بغاوت کی طرف راغب ہیں اور انتقامی جذبے کے حامل ہیں اور مذہبی طبقہ سیاسی لحاظ سے بے اثر ہونے کے ساتھ ساتھ، حکومت سازی اور پالیسی سازی کے عمل میں کسی شمار میں نہیں آتا۔ اس کے باوجود یہ طبقہ ملک میں دہشت گردی کا مرکزی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا ہمارے پاس اس ذلت آمیز سلوک کو ثابت کرنے کیلئے ٹھوس اعداد و شمار موجود ہیں؟

معاشرتی انتشار پاڑہ چنار جیسی فرقہ واریت کو فروغ دینے کا سبب ہے جہاں سرحد پار کے پڑوسی ممالک کے قبائل بھی شامل ہو گئے تھے اور نتیجے میں پانچ سال تک پاڑہ چنار کا رابطہ بقیہ ملک سے کٹا رہا اور بالآخر فوج نے کنٹرول سنبھالا۔ اسی طرح جنوبی وزیرستان کا دس فیصد علاقہ جسے فوج محفوظ بنانے کی کوشش کر رہی ہے، وہاں پر افغانستان سے اچھے طالبان کی آمد کا سلسلہ شروع ہے۔ اور اب افغانستان سے امریکی فوجوں کے انخلاء کے بعد پاک افغان سرحد کھول دی گئی ہے جس سے افغان طالبان آپریشن ضرب عضب کے شکار طالبان کی مدد کو آ رہے ہیں۔ اس طرح فوج کے لئے دو محاذوں کی سیکورٹی کی جو صورت حال ابھری ہے، وہ بھارت کے لئے خوش آئند ہے۔ اس قسم کے اعصاب شکن حالات میں بھارت کی جانب سے لائن آف کنٹرول پر جارحانہ (باقی صفحہ 14 پر)

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت دعوتی کیمپ

حلقہ کراچی جنوبی کی گیارہ تنا ظیم میں سے پانچ تنا ظیم (شاہ فیصل، ملیر، لانڈھی، کورنگی شرقی، کورنگی غربی) کو امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے توسیع دعوت کے ضمن میں تعارفی کیمپ کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ دعوتی کیمپ کے لیے کورنگی غربی تنظیم کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ مقامی امیر سعید الرحمٰن نے خصوصی اجلاس میں مشاورت سے ایک نئی جگہ کا انتخاب کیا اور کورنگی کے علاقے میں ناصر جمپ کے قریب ''افزاء گارڈن'' میں کیمپ لگانے پر اتفاق ہوا۔ پروگرام کے لئے طاہر بن حبیب کو بطور ناظم اور راقم کو دعوتی کیمپ کا نقشہ تیار کرنے کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ مزید شعبہ جات کے ناظمین اور معاونین کا تقرر بھی عمل میں آیا۔ دعوت کے لیے ہینڈ بلز، پول ہینگرز اور بڑے بینرز پرنٹ کروائے گئے تھے۔

25 دسمبر بروز جمعرات بوقت دو بجے میزبان تنظیم کے رفقاء جلسہ گاہ میں جمع ہوئے۔ بقیہ چار تنا ظیم کے رفقاء بھی جن کو ڈھائی بجے بلایا گیا تھا، اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ پروگرام کے آغاز میں طاہر بن حبیب نے شرکاء کا بروقت آمد پر شکریہ ادا کیا اور راقم کو ''دعوت کی اہمیت و آداب'' کی یاددہانی کروانے کے لیے مدعو کیا۔ دعوتی آداب کے بیان کے بعد 12 دعوتی وفود تشکیل دیئے گئے۔ تین بجے سے سوا چار بجے تک رفقاء نے گھر گھر جا کر عوام الناس میں تنظیم اسلامی کا تعارف پیش کیا اور انہیں پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ نماز عصر رفقاء نے امیر حلقہ کی امامت میں افزاء گارڈن میں ادا کی۔ نماز کے فوراً بعد دعوتی پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ حافظ زید نے اپنی پُر اثر آواز میں سورۃ الفتح کی آیات 28 اور 29 کی تلاوت کی۔ بعد ازاں میزبان نے پروگرام کے مقرر امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نعمان اختر کو دعوت خطاب دی۔ اُنہوں نے ''موجودہ حالات میں سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی'' کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا، جسے شرکاء نے نہایت توجہ کے ساتھ سماعت کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے کہ ہم اپنے گردوپیش کے حالات سے باخبر رہیں اور اصلاح حال کی کوشش کرتے رہیں۔ خاص طور پر پاکستان کے حوالے سے ہم پر یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ واحد ملک ہے جس کے قیام کی بنیاد اسلام ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ فتنوں سے پُر دور ہے۔ دورِ فتن کی پیشین گوئی جناب نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو برس پہلے یہ کہہ کر فرما دی تھی کہ ''میں تم پر فتنوں کو بارش کے مسلسل گرنے والے قطروں کی طرح آتا ہوا دیکھ رہا ہوں'' اور آپ ﷺ نے مزید یہ بھی فرمایا تھا کہ ''ایک دن وہ بھی آئے گا کہ جب ہر آنے والا دن پچھلے دن سے زیادہ فتنہ انگیز ہوگا'' (بخاری)۔ امیر حلقہ نے مختصراً بیرونی اور اندرونی فتنوں کی طرف توجہ دلائی اور اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کے تین ارشادات مبارکہ کے ذریعہ ان فتنوں سے نکلنے کا راستہ قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں واضح کیا۔ انہوں نے سورۃ الروم کی آیت 41 کی روشنی میں فرمایا کہ حالات کی خرابی کی وجہ لوگوں کے بُرے اعمال ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے حکومت و عوام کی کوتاہیوں کی تصویر کشی کرتے ہوئے اس پستی سے نکلنے کے لیے انفرادی و اجتماعی توبہ کی اہمیت پر زور دیا۔ آخر میں انہوں نے پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کے لیے تنظیم اسلامی کی جدوجہد پر روشنی ڈالی۔ تنظیم اسلامی کے تحت جاری تنظیمی سرگرمیوں سے شرکاء کو آگاہ کیا اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

اس اجتماع میں 10 رفقاء اور 60 حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کے بعد احباب نے سٹال سے بھی استفادہ کیا۔ پروفارمہ کے ذریعہ احباب کے نام، ایڈریس اور فون نمبر حاصل کیے گئے۔ امیر حلقہ کی دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی اس سعی و جہد اور انفاق کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ آمین (رپورٹ: محمد سہیل)

حلقہ پنجاب شمالی کا سہ ماہی اجتماع

تنظیم اسلامی کے حلقہ پنجاب شمالی کا سہ ماہی اجتماع 25 دسمبر 2014 بروز جمعرات جامع مسجد گلزار قائد راولپنڈی میں ہوا۔ اجتماع کا آغاز پونے نو بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت ملتزم رفیق جناب ہارون یونس نے حاصل کی۔ پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری ناظم تربیت محمد منیر نے ادا کی۔ اس کے بعد ملتزم رفیق اور صدر انجمن خدام القرآن اسلام آباد ڈاکٹر خالد نعمت کو درس قرآن کے لیے بلایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۃ البقرہ کے 19 ویں رکوع کی ابتدائی آیات کے درس میں ''تعلق مع اللہ اور اس کے ذرائع'' پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ تعلق مع اللہ کی اصل بنیاد ایمان پر ہے۔ جب تک ایمان حقیقی نہیں ہوگا تعلق مع اللہ صحیح بنیادوں پر قائم نہیں ہو سکے گا۔ جبکہ اس کا عملاً آغاز فرائض کی ادائی سے ہوگا۔ فرائض میں کوتاہی کر کے بغیر مجرد نوافل سے تعلق مع اللہ قائم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر انسان کا صحیح معنوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی حفاظت اس طرح کرتا ہے کہ ان کے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے۔ اور اگر یہ تعلق ٹوٹ جائے تو یہی محبت اللہ کی ناراضی اور اس سے آگے چل کر اللہ کی لعنت کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے۔

اس کے بعد ناظم تربیت نے اس اجتماع کے مرکزی موضوع منہج انقلاب نبویؐ کے حوالے سے انقلاب نبوی کے پہلے مرحلے ''انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت'' کے موضوع پر گفتگو کے لئے پنڈی گھیپ کے ملتزم رفیق مولانا خان بہادر کو دعوت خطاب دی۔ مولانا موصوف نے شرکاء سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ پہلے ہدف کا تعین کیا جائے اور اس کے بعد اس تک پہنچنے کے لئے اس کے سنگ ہائے میل یا مراحل سمجھ کر آغاز کیا جائے۔ انہوں نے مختلف انقلابات کی محدودیت انقلاب محمدی ﷺ کے مقابلے میں احسن انداز سے واضح کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم سیرت رسول ﷺ سے ہٹ کر کہیں اور سے راہنمائی لیں گے تو بھٹک جائیں گے اور منزل دور ہوتی چلی جائے گی۔ اسلام کا انقلابی نظریہ، نظریۂ توحید ہے۔ توحید نہ صرف انفرادی زندگی میں ہمارا رہنما ہے، بلکہ یہ ہماری اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے بھی بنیادی راہنمائی دیتا ہے۔ اس کے مطابق سیاسی سطح پر حاکمیت کے بجائے خلافت، معاشی سطح پر ملکیت کے بجائے امانت اور معاشرتی سطح پر ذات پات کی بنیاد پر اونچ نیچ کے بجائے کامل معاشرتی مساوات کے تصورات کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

انقلاب کے دوسرا مرحلہ ''انقلابی جماعت کی تنظیم و تشکیل'' کے موضوع پر ملتزم رفیق حافظ عزیز الحق نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ انقلابی نظریہ توحید پر اسوہ محمدی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے جو بھی جماعت اسلامی انقلاب کے لئے بنے گی، اس کے کارکنان کو بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر جڑنا ہوگا اور بیعت کی بنیاد پر ہی امیر اور مامور کا تعلق قائم ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی بیعت والی حدیث کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ غزوۂ احد میں امیر کی اطاعت نہ کرنے کے نتیجہ میں جماعت صحابہؓ کو جو نقصان پہنچا، اس سے استشہاد کرتے ہوئے واضح کیا کہ جماعت میں کسی بھی سطح پر حکم عدولی ہوگی تو اس سے پوری جماعت متاثر ہوگی۔ اس جماعت میں ذمہ داری یا منصب کی بنیاد دنیاوی مقام و منصب، رنگ یا نسل نہیں ہوگی بلکہ اپنے نظریے کے ساتھ گہری وابستگی اور قربانی ہوگی۔

اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد اگلے مقرر ملتزم رفیق جناب عادل یامین تھے۔ ان کا موضوع ''اسلامی نظم جماعت میں کارکنوں کی تربیت'' تھا۔ انہوں نے علامہ اقبالؒ

کے شعر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ صرف تنظیم میں شامل ہو جانے اور بیعت کر لینے کا اس وقت تک فائدہ نہیں ہوگا، جب تک کوئی رفیق تربیت کے مراحل میں سے نہ گزرے اور ہمارے پیش نظر جو تربیت ہے، وہ انقلابی نوعیت کی ہے کیونکہ صرف ذاتی اصلاح اور ذکر و فکر والی تربیت کے ذریعہ انقلاب برپا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے غلبۂ دین کے ہدف کو سامنے رکھ کر تربیت کرنا ہوگی جس کا آخری مرحلہ باطل سے کشمکش ہے۔اس تربیت کے لئے صحابہؓ کی زندگیوں کو سامنے رکھنا ہوگا۔

اس کے بعد پروفیسر عثمان خاور نے انقلاب نبویؐ کے چوتھے مرحلے ''تشدد و تعذیب کے جواب میں صبر محض'' کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جس نظریہ کی آپ دعوت دیتے ہیں اگر وہ خالصتاً انقلابی نظریہ ہے اور اس کی دعوت پہلے سے جمے ہوئے ایک نظام کے مقابلے میں دی جا رہی ہے تو اس غلط اور ظلم پر مبنی نظام کے علمبرداروں کی طرف سے مزاحمت ہوگی، کیونکہ آپ نے جب بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا تو وہ آپ کو کاٹیں گی۔لہٰذا اس مرحلہ پر اپنے آپ کو روکنا ہے اور ہر قسم کے تشدد کے جواب میں صبر اختیار کرنا ہے۔اس مرحلہ پر اگر آپ صبر کا دامن چھوڑ دیں گے تو انقلاب مخالف قوتوں کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے جواز فراہم ہو جائے گا۔

اگلے مقرر سینئر رفیق تنظیم جناب اشتیاق حسین تھے اور موضوع بالترتیب منہج انقلاب نبوی ﷺ کا پانچوں اور چھٹا مرحلہ ''اقدام اور مسلح تصادم'' تھا۔جس پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے پہلے نبی اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کے دونوں پہلوؤں کی یکسانیت اور ان میں بیان کی گئی تدریج کو سامنے رکھ کر واضح کیا کہ نبی اکرم ﷺ کا مقصد ایک ہی تھا، اور وہ تھا غلبہ دین حق۔آپ ﷺ وحی الٰہی کی راہنمائی میں صبر محض پر کاربند رہے، تاکہ منزل تک پہنچنے میں آسانی رہے اور مقصد نگاہوں سے ہٹنے نہ پائے۔پھر جب ہجرت کے بعد مدینہ میں آپ کو ایک محفوظ ٹھکانہ مل گیا تو اسی مقصد کے لئے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر اور مواخات کے قیام اور میثاق مدینہ کے فوراً بعد اقدام کا آغاز کر دیا، تاکہ مکہ میں صبر محض، تربیت اور تنظیم کے ذریعہ جو قوت مہیا کی گئی تھی اس کو اللہ کے حکم کے تحت اس کے دین کے غلبہ کے لئے لگایا جائے۔اسی اقدام کے نتیجہ میں کفار کے ساتھ مسلح تصادم کا آغاز ہوا، جس کے نتیجہ میں 8 سال کے عرصے میں جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اسلام غالب ہو گیا اور 10 ہجری تک بیرون عرب انقلاب کا آغاز ہو گیا۔لہٰذا اسوۂ رسول ﷺ سے راہنمائی لیتے ہوئے آج کے دور میں بھی جبکہ اسلام مغلوب ہے اُس کے غلبہ کے لئے انہی مراحل کو سامنے رکھتے ہوئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ البتہ موجودہ دور میں طاقت کے توازن کے حوالے سے جو تبدیلی آئی ہے اس میں تمدنی ارتقاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طاقت کا مقابلہ طاقت سے کرنے کی بجائے صبر محض اور احتجاجی تحریک کے ذریعہ تبدیلی لائی جائے گی۔لیکن رفقاء پر یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ انقلاب برپا کرنے کے لئے انقلابی نظریہ پر پختگی اور اس کے نتیجے میں ایک منظم اور مضبوط جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک یہ اجتماعیت وجود میں نہیں آئے گی، انقلاب برپا کرنا آسان نہیں ہوگا۔

آخر میں ناظم حلقہ راجہ محمد اصغر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج اس اہم عنوان منہج انقلاب نبوی ﷺ کے تحت پروگرام کے انعقاد کا اصل مقصد موجودہ حالات میں ''دھرنوں کی سیاست'' کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتحال میں رفقاء کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا واضح جواب دینا تھا، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ہمارے پیش نظر کوئی وقتی یا جزوی تبدیلی نہیں، بلکہ مستقل اور حقیقی تبدیلی ہے۔انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی کہ بانی تنظیم اسلامی کی معرکہ آرا کتابوں منہج انقلاب نبوی ﷺ اور خطبات خلافت کا مطالعہ کریں۔ بعد ازاں انہوں نے آئندہ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے جدوجہد تیز کرنے کی ترغیب دلائی اور اس کے لئے اللہ سے خصوصی دعاؤں کی تلقین کی اور آخر میں آئندہ سال کے ملتزم، مبتدی اور ذمہ داران کے تربیتی اجتماعات میں شرکت کے لئے رفقاء کو ابھی سے کمر ہمت کس لینے کی تلقین کی۔ مسنون دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا اور نماز ظہر کے بعد رفقاء ایک نئے جذبے کے ساتھ گھروں کو لوٹے۔اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے وہ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین (رپورٹ: عبدالرؤف)

حلقہ لاہور شرقی کے تحت مقامی تنظیم گڑھی شاہو میں سیرت پروگرام

حلقہ لاہور شرقی کے تحت مقامی تنظیم گڑھی شاہو میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ایک پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے نقیب اسرہ گڑھی شاہو اور رفقاء نے بھرپور محنت کی۔ رفقاء نے خصوصی طور پر انفرادی دعوت کے ذریعے لوگوں کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ پروگرام 28 دسمبر بعد از نماز عشاء رات 8 بجے شروع ہوا۔حلقہ لاہور شرقی کے ناظم دعوت شکیل احمد نے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے گفتگو کی۔ ان کی گفتگو کا موضوع تھا ''پیدائش سے ہجرت تک''۔انہوں نے کہا کہ مطالعہ سیرت کا مدعا حُبّ رسول کے سبق کو تازہ کرنا اور اتباع رسول کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے، تاکہ ہماری زندگیاں نبی کریم ﷺ کے اسوہ سے منور ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے کے حالات کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب آپؐ کی بعثت ہوئی، عرب معاشرہ کفر و شرک اور بدعملی کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔آپؐ نے جب دعوت حق پیش کی تو آپؐ کی سخت مخالفت ہوئی۔لیکن نبی کریم ﷺ نے ساری تکالیف کے باوجود دین کا کام بڑی دل جمعی سے کیا۔یہی اسوہ آج ہمارے سامنے بھی رہنا چاہیے۔ پروگرام کے دوران وقفہ بھی کیا گیا، جس میں شرکاء کی تواضع کا اہتمام کیا گیا تھا۔رات ساڑھے دس بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔اس پروگرام میں 25 احباب نے شرکت کی۔اللہ تعالیٰ اس پروگرام کے انعقاد کے لئے رفقاء کی محنت کو قبول فرمائے اور انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور شرکاء سمیت ہم سب کو سچا عاشق رسول بنا دے۔(آمین) (رپورٹ: محمد عظیم)

ضرورت رشتہ

☆ سیالکوٹ کے رہائشی ملتزم رفیق، عمر 22 سال، تعلیم ایم اے انگلش، برسر روزگار کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4551168

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم شاہ فیصل کے رفیق شمس الاسلام انتقال کر گئے

☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد کے ناظم بیت المال محمد افضل حق کی خوشدامن بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

The racist backlash against France's Muslims

By Elizabeth Schulte

Leaders of the world's most powerful governments claimed to march for "unity" in Paris--but they actually stand for racism and repression, writes Elizabeth Schulte.

The January 7 attack on the Paris offices of *Charlie Hebdo* magazine by men claiming to be Islamic militants has fueled an anti-Muslim backlash in France, with political leaders the world over trying to use this horrific act of violence to further a xenophobic and repressive agenda--all while claiming to stand for "unity" and "peace."

More than a dozen attacks directed at Muslims were reported around France within 24 hours of the massacre at the magazine, in which 10 journalists, cartoonists and other workers were killed, along with two police officers. Examples of the anti-Muslim violence included three training grenades thrown at a mosque in the city of Le Mans, gunshots fired at a mosque in Port-la-Nouvelle, and a boar's head and entrails left outside an Islamic prayer center in Corsica with a note reading: "Next time it will be one of your heads."

There is a target on the backs of Muslims, in France and around Europe, after the attack on *Charlie Hebdo*--and the far right is moving quickly to try to exploit the fear that followed the attack to expand the audience for its vile racism.

This cynical scheming couldn't be more different than the deeply felt expressions of sympathy that began within hours of the killings on January 7 with huge gatherings in Paris and elsewhere, and that continued after more people died in hostage incidents in the following days. On Sunday, millions of people gathered in Paris' Place de la République.

But any sentiment in opposition to violence, any opposition to the scapegoating of Muslims, any concerns about civil liberties, whether for a free press or freedom of religion--none of that meant a thing to the political leaders who marched at the front of "unity" demonstration on January 11.

Their "unity" was around exploiting the shocked grief and sympathy of millions of people in France and around the world to further their own ends--most obviously, continuing and escalating the worldwide "war on terror," which is now synonymous with a war on Muslims, in Europe, in the U.S., in the Middle East and around the globe.

Calling the gathering in the name of "national unity," President François Hollande, the leader of France's misnamed Socialist Party, stood beside right-wing former President Nicolas Sarkozy, along with a Who's Who of world leaders who have an interest in demonizing Islam and promoting empire--among them Israeli Prime Minister Benjamin Netanyahu, German Chancellor Angela Merkel and British Prime Minister David Cameron.

In the lead-up to the big rally, French Prime Minister Manuel Valls made the Hollande government's goal clear: "It is a war against terrorism, against jihadism, against radical Islam, against everything that is aimed at breaking fraternity, freedom, solidarity."

For these reactionaries and war criminals, the tragedy in Paris is an opportunity to turn up the heat in the never-ending "war on terror," along with the racism and repression that goes along with it.

By several accounts, however, these attitudes weren't universal among those who marched on Sunday. There were French flags and the slogan "Je suis Charlie," adopted by many without regard to the notoriously Islamophobic cartoons published by the magazine. But socialist John Mullen reported that the slogan "I am Jewish, Muslim, Christian" also appeared on many signs, whiles others held placards stating "I am Ahmed," after the French Muslim police officer who was killed.

Mireille Bournaud told a *New York Times* reporter that she feared a backlash against Muslims. "We reject any conflation between Arab Muslims and terrorists. My daughter will marry a Muslim man in a month, and I don't want him to suffer from this confusion."

In response to the Hollande government's cynical attempt to funnel people's sorrow and outrage into support for war and repression, the New Anticapitalist Party (NPA) criticized the call for a "united" demonstration in a statement titled "After the dreadful attack on *Charlie Hebdo*, national unity is a trap: Let's unite for democracy and solidarity against racism":

There is a huge danger that we will see a surge of racism and Islamophobia. We've already seen anti-Muslim activity such as attacks against mosques and people. We must resist this without making any concessions. More than ever, we must fight against

all forms of stigmatization of communities and every sort of discrimination. We must also reject all measures which give more power to the security services or restrict civil liberties...

[The mainstream French parties, along with the far-right National Front] are all trying to conceal their responsibility for the social and political deterioration and the noxious climate in which we are living. While pretending otherwise, they are cultivating a xenophobic and racist atmosphere, fear of foreigners and people who are different. It is a breeding ground for hatred. They want to divide working people and subordinate them to their politics and to their social order which causes the barbarism they claim to oppose. The epitome of cynicism is Marine Le Pen, whose main business is xenophobia and targeting immigrants and foreigners.

This murderous violence comes from somewhere. It's created in the heart of the social and moral violence, which is very familiar to large numbers of the young people who live on the working class estates. It's the violence of racism, xenophobia, discrimination and the violence of unemployment and exploitation. This barbarous violence is the monstrous child of the social war that the right and the left are waging in the service of finance.

On top of this, there are the wars they have started against Iraq, in Afghanistan, Libya, Africa and Syria. There is also the decades-long war against the Palestinian people. These are wars, the only purpose of which is to maintain the dominance of the multinationals and their right to plunder, while empowering the most reactionary fundamentalists. This barbarous military violence creates another sort of barbarous violence.

There is no answer to the social decomposition, of which the crime against *Charlie Hebdo* is a dramatic expression, unless we fight the politics which make it possible.

The reality is that neither the French government nor the world leaders who came to Paris last weekend are seeking unity. On the contrary, they are trying to sow divisions that will help them stay in place and protect the status quo.

Naturally, the French government increased its already heavy police presence in the days following the *Charlie Hebdo* attack, convening a security summit just before the Sunday march that brought together intelligence and law enforcement officials from across Europe and North America. The U.S. government's top law enforcement official, Attorney General Eric Holder, was there--and he announced White House plans for holding an international Summit on Countering Violent Extremism.

Could there be any greater hypocrisy than the U.S. government--accurately criticized by Martin Luther King as "the greatest purveyor of violence in the world"--holding an international conference to counter violence? When it comes to both arsenals of high-tech weaponry and the willingness to use them, no country even comes close to the United States.

While the leaders of the "free world" decry the killings in Paris as an assault on free speech, their measures in response to *Charlie Hebdo* murders will mean more surveillance, more police powers, more money diverted from social services–and fewer and fewer civil liberties.

The preparations for greater violence and greater repression will be carried out in the name of protecting us from violence. Meanwhile, the rhetoric used to justify that violence and repression will give a green light to greater racism and violence against Muslims.

Political leaders from Hollande to Sarkozy to Eric Holder all claim that they are not targeting all Muslims, but only "radical Islam." Yet the pressure is on Muslims themselves to prove themselves innocent of any such associations, since they are presumed guilty.

What's more, as a statement by the International Socialist Organization pointed out, referring to self-identified Islamist "radicals," "[T]hese reactionaries have only gained strength as a result of the endless wars waged by the U.S. in Afghanistan, Iraq and other Muslim countries. And the Islamophobia pushed not only by far-right organizations, but the political mainstream, including the center left, only produces more bitterness toward the governments of the world's most powerful countries."

We know all this ahead of time because of the experience following the September 11 attacks. The U.S. "war on terror" has reduced the Middle East to a seething mess of sectarian conflict and deadly violence, all so the rulers of America could maintain control over the world's main source of oil. Meanwhile, inside post-9/11 America, Arabs and Muslims face daily suspicion, routine state harassment and all-too-frequent vigilante violence.

We have to expose the attempts by world leaders to manipulate the terrible killings in Paris to advance their own ambitions, and use the strongest weapons we have to defeat them: solidarity and unity. Not the false unity of Hollande and Sarkozy and the leaders of the "free world," but the unity and solidarity of working people everywhere with Muslims and every victim of persecution and oppression who bears the brunt of the global war on terror.

<u>Courtesy:</u> http://www.SocialistWorker.org